انتشارات پنجابی ادبی اکادمی

١٧

# پوٹھاری گیت

مرتب

کرم حیدری

# پوٹھوہاری گیت

( جملہ حقوق بحق پنجابی ادبی اکیڈیمی محفوظ )

اشاعت ——————— اوّل

سال ——————— ۱۹۶۱ء

قیمت ——————— ۲ روپے

ملنے کا پتہ

پنجابی ادبی اکیڈمی

۱۲- جی ماڈل ٹاؤن

لاہور (پاکستان)

انتشارات پنجابی ادبی اکادمی

۱۷

# پوٹھوہاری گیت

مرتب

کرم حیدری

# تشکر

## پنجابی ادبی اکیڈمی

## وزارتِ فرہنگ دولتِ پاکستان

کی ممنُون ہے

جس نے اکیڈمی کو مناسب مالی امداد دے کر

اس کتاب کی طباعت کے لئے

اہم وسیلہ بہم پہنچایا ہے

# حصهٔ اول

# مقـدمـه

# مندرجات


| شمار | عنوان | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| | حصۂ اول : مقدمہ | ۱ |
| ۱ - | (الف) پوٹھوہار | ۱ |
| ۲ - | قدیم تہذیبوں کا مرکز | ۵ |
| ۳ - | راولپنڈی | ۸ |
| ۴ - | تصوف کا اثر | ۹ |
| ۵ - | (ب) پوٹھوہاری زبان | ۱۳ |
| ۶ - | اس زبان کا دائرۂ عمل | ۱۵ |
| ۷ - | عربی، فارسی، اور ترکی زبانوں کے اثرات | ۱۷ |
| ۸ - | (ج) پوٹھوہاری شاعری کا آغاز | ۱۸ |
| ۹ - | سیف الملوک | ۱۹ |
| ۱۰ - | سیف الملوک اور پنجابی ادب کے شاہکار | ۲۳ |
| ۱۱ - | میاں محمد بخش | ۲۴ |
| ۱۲ - | پوٹھوہاری زبان کے دوسرے شعرا | ۲۵ |
| ۱۳ - | بردا | ۲۷ |

۱۴- سائیں ۲۸

۱۵- دیگر شعرا ۳۱

۱۶- پوٹھوہاری شاعری کا دور جدید ۳۲

۱۷- (د) لوک گیت ۴۰

۱۸- لوک گیتوں کی ہمہ گیری ۴۳

۱۹- پوٹھوہاری زبان کے لوک گیتوں کی خصوصیات ۴۴

۲۰ مقبول ترین پوٹھوہاری لوک گیت ۴۶


## حصۂ دوم : متن

### شادی بیاہ کے گیت


۲۱- اساں ڈوری کہ ٹاری آندا ۵۳

۲۲- جاگ مہراجا ۵۴

۲۳- بول مہراجا ۵۵

۲۴- مہراجا سوھنیاں ساجا ۵۶

۲۵- خوشیاں نتے نیاں ۵۷

۲۶- آڑی آڑی لنگ مہراجا ۵۹

۲۷- خیری آ مہراجا ۶۰

| | | |
|---|---|---|
| ۲۸- | رنگ لایا رنگ لگا | ٦١ |
| ۲۹- | سوھنے سہرے والیا | ٦٣ |
| ۳۰- | ڈھولا | ٦٧ |
| ۳۱- | ماھیا | ٧٧ |


## متفرق گیت


| | | |
|---|---|---|
| ۳۲- | چھوٹی لڑکیوں کا گیت | ۸٦ |
| ۳۳- | چوڑی والی کا گیت | ۸٧ |
| ۳۴- | امبے ناں بوٹا | ۸۸ |
| ۳۵- | گاڈی دیاں واگاں موڑ | ۸۹ |
| ۳٦- | ھر دم رانجھا وسنا | ۹۰ |
| ۳٧- | بانکیا وے ماھیا | ۹۱ |
| ۳۸- | ماھی میلے چناں وے | ۹۳ |
| ۳۹- | لوک تاں دینے طعنہ | ۹۵ |
| ۴۰- | دو تارے چمکن رانجھنا | ۹۵ |
| ۴۱- | چن ماڑھا چڑھیا | ۹٧ |
| ۴۲- | ماڑھے بانکو نیاں چاچواں | ۹۸ |

| | | |
|---|---|---|
| ۴۳ - | دو گانا | ۹۹ |
| ۴۴ - | لٹی ھیر دلاں دی | ۱۰۱ |
| ۴۵ - | اوہ پیاں دسنیاں ڈھوکاں | ۱۰۳ |
| ۴۶ - | ساڈھے ویہڑے آ ماھیا | ۱۰۴ |
| ۴۷ - | کھٹنے نوں ٹور بیٹھی آں | ۱۰۵ |
| ۴۸ - | ھرنی باگے چرنی | ۱۰۶ |

# مقدمہ

## ( الف ) پوٹھوھار

کسی جغرافیہ دان نے آج تک علاقہ پوٹھوھار کی حدود کا حتمی طور پر تعین نہیں کیا اور نہ ھی ایسی کوئی معاشرتی یا ملکی ضرورت پیش آئی ھے کہ اس علاقہ کی حدود کا تعین کیا جائے ۔ یہی وجہ ھے کہ جب کبھی پوٹھوھار کا ذکر کیا جاتاھے تو مختلف لوگوں کے ذھنوں میں مختلف تصورات ابھرنے لگتے ھیں ۔ مثلاً کچھ لوگ اس تمام سطع مرتفع کو جو کوھستان سے اٹھکر خیبر اور بولان کی پہاڑیوں تک چلی گئی ھے بے تکلفی سے سطع مرتفع پوٹھو ھار کہہ دیتے ھیں ۔ کچھ لوگ سمجھتے ھیں کہ پوٹھوھار مری اور کہوٹہ کے پہاڑی علاقوں کو چھوڑ کر صرف راولپنڈی اور جہلم کے اضلاع پر مشتمل ھے اور اگر آپ گلیانہ یا مسہ کسوال کے کسی ایسے نوجوان سے بات کریں جو مونچھونکو تاؤ دیکر اپنے آپکو ٹھیٹ پوٹھوھاری کہتا ھو تو وہ آپ سے کہیگا ”صاحب ! پوٹھوھار کے متعلق پوچھ رھے ھیں ؟ پوٹھوھار تو حقیقتاً اتنا کچھ علاقہ ھے جو دریائے سوھان اور نالہ کانسی کے درمیان واقع ھے ۔ باقی تمام علاقہ کچھ اور ھوگا پوٹھوھار نہیں“ ۔

تا ھم علاقائی وحدتیں چونکہ زبان اور رسم و رواج کی یکسانیت بلکہ قریبی مماثلت سے متعین ھوتی ھیں ۔ اس لئے ھم بآسانی ان تمام علاقوں کو پوٹھوھار کہہ سکتے ھیں جو دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ھیں ۔ اس کی جنوبی سرحد پر کوھستانی نمک اور سون سکیسر کی پہاڑیاں واقع ھیں اور شمالی حدیں آزاد کشمیر اور

ہزارہ کے پہاڑوں سے جا ملتی ہیں۔ اس تمام علاقے میں لوگوں کی رسوم و عادات تقریباً یکساں ہیں اور زبان بھی تقریباً ایک ہی بولی جاتی ہے۔ زمین بدلتے ہوئے خط و خال کے ساتھ لب و لہجہ کا بدلنا ایک قدرتی امر ہے اور لب و لہجہ کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ بعض الفاظ کی شکل و صورت میں ذرا تبدیلی کا آجانا بھی ناگزیر ہے۔ لیکن زبان مزاج، وساخت، اور تانا بانا ہر جگہ وہی ہے۔ لب و لہجہ میں تبدیلی آجانے سے الفاظ کی صورت میں تبدیلی پیدا ہو جانے کی واضح مثالیں چند کثیرالاستعمال الفاظ سے دی جا سکتی ہیں۔ مثلاً آنا اور جانا کے لئے پوٹھوہاری زبان میں الفاظ ''آسنا'' اور ''گسنا'' مستعمل ہیں۔ لیکن شمالی کوہستانی علاقے کے دامن میں س ش سے بدل جاتا ہے اور یہی الفاظ ''آشنا'' اور ''گشنا'' ہو جاتے ہیں۔ ذرا اور آگے چل کر کوہستانی علاقے کے سخت اور نسبتاً کرخت لہجے کی وجہ سے ش' چھ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور ''آشنا'' اور ''گشنا'' ''اچھنا'' اور ''گچھنا'' بن جاتے ہیں۔ اب اس بات کا کھوج لگانا تو فن زبان شناسی کے ماہرین کا کام ہے۔ کہ ''اچھنا'' اور ''گچھنا'' ابتدائی الفاظ تھے جو شیرینی لہجہ کے سبب ''اشنا'' اور ''گسنا'' بن گئے یا موخرالذکر ابتدائی الفاظ تھے جو کوہستانیوں کے کھردرے لہجے کی بدولت ''اچھنا'' اور ''گچھنا'' بن گئے۔ ''اسنا'' سے فعل امر بھی کہیں اردو کا آ ہے تو کہیں کوہستانی علاقے کا ''اچھ'' ہے لیکن صیغہ جمع مخاطب میں کہیں آؤ کہیں اجو اور کہیں اچھو بولا جاتا ہے۔ گچھنا کا فعل امر کہیں ''گو'' کہیں ''گچھ'' اور کہیں ''ونج'' استعمال ہوتا ہے یہی حال اسمائے ضمائر کا ہے مثلاً میرا اور تیرا کے لئے عام طور پر ''ساڑھا'' اور ''تہاڑا'' بولے جاتے ہیں۔ لیکن راولپنڈی سے مغرب اور جنوب مغرب کے علاقوں میں یہی ''میہنڈا'' اور ''تیہنڈا'' بن جاتے ہیں اور میانوالی کی سرحد تک پہنچتے پہنچتے ''ماھنڈا'' اور ''تاھنڈا'' کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح سینکڑوں دوسرے الفاظ ہیں جو بادنیٰ اختلاف مختلف حصوں میں صورت بدل لیتے ہیں۔ لیکن بن و ریشہ کے اعتبار سے نہایت آسانی سے پہچان لئے جاتے ہیں۔

البتہ جب ہم مشرق میں دریائے جہلم کو عبور کرتے ہیں تو زبان ساخت کے اعتبار سے بدل جاتی ہے ۔ اور پنجابی اور پوٹھوہاری زبانوں کا فرق نمایاں طور پر نظر آنے لگتا ہے ۔ جنوب میں کوہستان نمک سے نیچے اتر کر جب ہم خوشاب کے میدانوں میں پہنچتے ہیں تو ہمیں فوراً محسوس ہوتا ہے کہ اب پوٹھوہاری زبان کا دائرۂ عمل ختم ہوا اور شاہ پوری زبان کا علاقہ شروع ہوا ۔ مغرب میں دریائے سندھ کو عبور کرتے ہی پشتو کا علاقہ شروع ہو جاتا ہے ۔ اور پشتو اور پوٹھوہاری زبانوں کا باہمی فرق اتنا زیادہ ہے کہ نہ پشتو بولنے والا پوٹھوہاری بول سکتا ہے اور نہ پوٹھوہاری بولنے والا پشتو سمجھ سکتا ہے ۔ رسوم و عادات میں بھی واضع اور بین فرق آ جاتا ہے ۔ اسی لئے دریائے سندھ کے دائیں اور بائیں کنارے پر واقع علاقے زبان کے اعتبار سے دو مختلف علاقے ہیں ۔

پوٹھوہار کے علاقہ میں کہیں تو موسم گرما میں جھلستی ہوئی لوئیں چلتی ہیں جو نباتات اور انسانوں کو یکساں طور پر مرجھا کر رکھدیتی ہیں اور کہیں موسم سرما میں برفانی جھکڑ جسم کے ساتھ روح کو بھی منجمد کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔ بعض حصوں میں پانی کی اسقدر فراوانی ہے کہ ہر طرف ندیاں قدرتی نہروں کی صورت میں رواں دواں نظر آتی ہیں اور کہیں کہین پانی ہی کمیاب ترین نعمت بن جاتا ہے ۔ آب و ہوا نہایت شدید ہے جون ۔ جولائی کے مہینوں میں میدان تانبے کی طرح تپ اٹھتے ہیں لیکن دسمبر او جنوری کے مہنوں میں یخ کی سل بن جاتے ہیں ۔ آب و ہوا کی شدت انسانوں میں بے پناہ قوت برداشت پیدا کرنے کا موجب بنتی ہے، چنانچہ پوٹھوہار کے لوگ انتہائی طور پر جفا کش اور محنتی ہوتے ہیں ۔ موسموں کا تفاوت انہیں زمانے کے ہر سرد و گرم کا مقابلہ کرنے پر مستعد رکھتا ہے ۔ یہی استعداد انہیں زندگی کے ہر میدان میں ثابت قدم اور مستقل مزاج بناتی ہے ۔ مدت ہوئی ایک انگریز مصنف نے اپنی کتاب ,,پنجابی کسان : خوشحال اور مقروض،، مین لکھا تھا کہ ہندوستان کی بندرگاہوں سے روانہ ہونے والا شاید ہی

کوئی جہاز ہوگا جس میں ایک دو ملاح گوجر خان کے نہ ہوتے ہوں۔ حالانکہ یہ علاقہ سمندر سے بعید ترین علاقوں میں سے ہے۔ یہ سمندر کی بات ہے جہاں تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن فوج تو پوٹھوہار والوں کے گھر کی چیز ہے۔ انگریزوں نے اپنے دور حکومت میں جو فوج تیار کی تھی۔ اور جس کے بل بوتے پر برطانوی حکومت دنیا بھر سے ٹکرا جانے سے گریز نہ کرتی تھی، اس کے بیشتر مسلمان سپاہی جہلم، راولپنڈی، ہزارہ اور کیمبل پور اضلاع ہی کے جفاکش اور تنومند دیہاتی جوان تھے۔ آج بھی پاکستانی فوج کے سرفروش سپاہی زیادہ تر اسی علاقے کے رہنے والے ہیں۔ اور بہت سے فوجی سپہ سالار اور سر لشکر جن کی قابلیت، اور شجاعت، حب الوطنی اور جرأت پر مادر وطن کو ناز ہے اسی خاک سے اٹھے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ لوگ صرف زمین کے شیر ہیں۔ ہوا پر حکومت کرنے والے سینکڑوں شہباز بھی انہی فضاؤں کے پروردہ ہیں۔ اور پاکستانی نیوی میں کام کرنے والے افسروں کی ایک بڑی تعداد بھی انہی جوانوں پر مشتمل ہے جن کا بچپن پوٹھوہار کی مردم خیز سر زمین میں ڈھولا اور ماہیا گاتے گذرا ہے۔

اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ پوٹھوہاری لوگ صرف جسمانی طور پر ہی قد آور اور تنومند ہیں، لیکن ذہنی طور پر ٹھگنے یا بونے۔ "صحت مند ذہن صرف صحت مند جسم میں رہتا ہے"، ایک بڑی فرسودہ مثل ہے، جس کی سو فیصد سچائی محل نظر ہے، کیونکہ بعض نہایت بیمار جسموں میں نہایت تنومند ذہن پرورش پاتے ہیں اور بسا اوقات نہایت مضبوط اور تنومند جسموں میں ذہن بالکل کورے ہوتے ہیں۔ تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ تنومند اور مضبوط جسم رکھنے والے لوگ حوصلہ مند، متحمل مزاج اور دلیر ضرور ہوتے ہیں۔ اور کردار کی تشکیل اور پختگی کے لئے یہ صفات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی لئے تنومند جسم رکھنے والوں میں اعلیٰ کردار کی خوبیاں پیدا ہونے کے وسیع امکانات ہوتے ہیں۔ اور

بشرط تربیت ایسے ہی لوگوں میں غیر معمولی صلاحیتوں کے انسان پیدا ہوتے ہیں - پوٹھوہار کے لوگوں میں عام طور پر کردار کی بہترین خصوصیات ملتی ہیں۔ یہ زندہ دل لوگ زندگی سے بڑی گہری محبت رکھتے ہیں - وسیع تر انسانی ہمدردی ان کا خاص جوہر ہے - ان کا زندگی بسر کرنے کا ڈھنگ کچھ ایسا ہے کہ ناکامی، مایوسی اور نامرادی ان سے دور بھاگتی ہے - رنج و غم سے کسی انسان کو مفر نہیں لیکن رنج و غم کو خندہ پیشانی سے جھیلنا اور ہر حال میں امید کی کرنوں سے اپنے دلوں کو جگمگائے رکھنا مردوں کا کام ہے - آپ کسی غمزدہ سے غمزدہ پوٹھوہاری سے ملئے اس میں یاس اور قنوطیت نہ پائیں گے - بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس سے زیادہ ہمدردی کا اظہار کریں تو وہ آپکو یہ کہہ کر شرمندہ کردے کہ ”چھوڑئیے صاحب ! مردوں پر ایسی تکالیف آتی ہی رہتی ہیں،،

## قدیم تہذیبوں کا مرکز

زرخیز مٹی اور عمدہ آب و ہوا کسی ملک کو مہذب اور متمدن بنانے میں بنیادی عوامل کا درجہ رکھتی ہیں - آجکل کے سائنسی دور میں انسان بنجر علاقوں میں بھی پیداوار کے ذرائع مہیا کر لیتا ہے - اور محض صنعت و حرفت کے بل پر کئی ملک نہ صرف زندہ ہیں بلکہ تہذیب و تمدن کے میدان میں بہت آگے جا پہنچے ہیں - لیکن قدیم زمانے میں انسان کا انحصار محض قدرتی طور پر زرخیز علاقوں پر ہوا کرتا تھا - تمام پوٹھوہار کا علاقہ نہایت عمدہ پیداوار دینے والی مٹی سے بنا ہوا ہے - اس لئے یہاں غالباً ہمیشہ سے انسانی آبادی مہذب اور متمدن رہی ہے - تاریخی دور کا حال تو ہم سب بخوبی جانتے ہیں - زمانۂ قبل تاریخ میں بھی جب کئی تہذیبیں بنتی بگڑتی رہیں - یہ علاقہ بدھ مت کا بہت بڑا مرکز رہا - اس زمانے میں ٹیکسلا ایک بہت عظیم الشان شہر اور ایک بہت بڑی سلطنت کا پایۂ تخت تھا - یہاں ماہرین نے کھدائی کے جو کام کئے ہیں ان سے اس شہر کی عظمت کے آثار نمایاں ہیں - شہر کی فصیل تقریباً بیس مربع

میل علاقے کا احاطہ کئے ہوئے ہے - کئی مٹھ اور گپھائیں ملتی ہیں جہاں بھکشو مذہبی عبادت اور ریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے - ان کھنڈرات سے مہاتما بدھ کے سینکڑوں چھوٹے بڑے بت ملے ہیں جو ٹیکسلا کے عجائب گھر میں رکھے گئے ہیں - بتوں کے علاوہ برتن اور زیور جو یہاں دستیاب ہوئے ہیں، ان لوگوں کی اعلیٰ طرز معاشرت کا پتہ دیتے ہیں - سکندر اعظم نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو سب سے پہلے اسے ٹیکسلا کے راجہ امبھی نے خوش آمدید کہا تھا - موریا خاندان کے زمانے میں بھی ٹیکسلا کی عظمت قائم رہی لیکن نہ جانے کون سے زمانے میں اس شہر پر کیا افتاد پڑی کہ صفحۂ ہستی سے نابود ہوگیا - عام مورخین کا قیاس یہ ہے کہ کسی زمانے میں دریائے سندھ ٹیکسلا کے قریب سے گذرتا تھا - اس طوفانی دریا میں ایک ایسا سیلاب آیا جس سے ٹیکسلا اور اس کے ارد گرد کا علاقہ غرق ہوگیا - کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سیلاب دریائے ہرو میں آیا تھا جو آجکل بھی ٹیکسلا کے مغرب میں چند میل کے فاصلے پر بہتا ہے - لیکن دریائے ہرو اتنا چھوٹا سا دریا ہے کہ اس میں سیلاب آ جانے سے اتنے بڑے علاقے کا غرقاب ہو جانا قرین قیاس نہیں - تاہم اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ٹیکسلا اور اس سے ملحق علاقے کی تباہی سیلاب ہی سے ہوئی تھی - اج بھی کئی مقامات پر مختلف چٹانوں کی تہیں اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں -

ایک عظیم سیاسی اور مذہبی مرکز ہونے کے علاوہ ٹیکسلا ایک بہت بڑا علمی مرکز بھی تھا - یہاں ایک بہت بڑی یونیورسٹی قائم تھی جس میں ملک کے ہر گوشے سے آئے ہوئے طلبا کے علاوہ افغانستان، وسط ایشیا اور چین تک کے طلبا اپنی علمی تشنگی دور کرنے آیا کرتے تھے - ٹیکسلا کے کھنڈرات میں کئی ایسی عمارتیں ملتی ہیں جن مین طلبا قیام کرتے تھے -

پوٹھوھار کے مشرق حصے یعنی دریائے جہلم کے دائیں کنارے

پر ایک نہایت جنگجو قوم آباد تھی جو قدیم زمانے میں کھوکھر اور موجودہ زمانے میں گکھڑ کہلاتی ہے - یہ لوگ اپنے آپکو قدیم ایرانی شاہی خاندان کی اولاد بتاتے ہیں اور کیانی کہلاتے ہیں - یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کیانی خاندان ایران سے کب ہجرت کر کے آیا ، لیکن اسلام کے نہایت ابتدائی دور میں بھی ان کا ذکر آتا ہے جب چنگیز خاں نے سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کو تباہ و برباد کر کے دریائے سندھ کے اس طرف دھکیل دیا تھا تو اس علاقے میں اسے کھوکھر راجاؤں سے مقابلہ کرنا پڑا تھا - اس سے پہلے سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں بھی کھوکھر قوم ان علاقوں میں حکومت کرتی تھی - چنانچہ سلطان کے بعض جرنیلوں کو سالہا سال تک ان قبیلوں سے خونریز لڑائیاں لڑنا پڑیں - سلطان محمد غوری کے زمانے میں ان قبائل کی بغاوتوں کا حال تواریخ میں بالتفصیل آتا ہے، حتیٰ کہ خود سلطان کو بھی انہی کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی -

گکھڑ یا کھوکھر قوم نے اس علاقے میں عرصہ دراز تک حکومت کی - اس علاقے میں کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں جن میں گکھڑ قبیلے کے فرماں روا حکومت کرتے تھے - انہوں نے مختلف مقامات پر بڑے مضبوط قلعے بنوائے تھے جن میں چند ایک کے کھنڈر آج تک باقی ہیں - قصبہٴ رواۃ میں جو راولپنڈی سے بارہ میل دور لاہور جانے والی سڑک پر واقع ہے ایک مضبوط قلعے کی دیواریں ابھی تک موجود ہیں - اس قبیلے کی سب سے بڑی خصوصیت ان کی جنگجویانہ روایات تھیں - ہر نیا حملہ آور جو شمال مغرب کی طرف سے آتا تھا سب سے پہلے انہی جنگجو لوگوں کو اپنے مقابل صف آرا پاتا تھا - مسلسل اور پے در پے لڑائیوں نے انہیں نہایت دلیر بنا دیا تھا - چنانچہ انہوں نے کسی بھی حملہ آور کو تلوار کے دو دو ہاتھ دکھائے بغیر آگے بڑھنے نہ دیا - دریائے جہلم کے دائیں کنارے پر رہتاس نامی ایک قصبے میں ایک مضبوط قلعہ آج تک موجود ہے - یہ قلعہ شیر شاہ سوری کا بنوایا ہوا ہے - بعد میں آنے والے مغل بادشاہوں نے ہمیشہ اس قلعے میں مضبوط فوجی دستے رکھے تاکہ

اردگرد کے بغاوت پسند قبائل کی شورشوں کو دبایا جا سکے ۔

ثقافتی اور تمدنی اعتبار سے پوٹھوہار کا مغربی حصہ ہمیشہ زیادہ ترقی یافتہ رہا ہے ۔ اسکی بڑی وجہ غالباً یہ ہے کہ اس حصے کا قریبی تعلق پشاور سے تھا جو محمود غزنوی کے زمانے ہی سے اسلامی سلطنت کا ایک نہایت اہم مرکز بن گیا تھا ۔ پشاور سے آگے اسلامی تہذیب و تمدن کا بڑا مرکز لاہور تھا ۔ پوٹھوہار کا مشرقی حصہ لاہور اور پشاور دونوں سے دور تھا ۔ اس لئے اس پر تمدنی اثرات کا غلبہ نسبتاً کم ہوا کرتا تھا ۔

## راولپنڈی

آجکل راولپنڈی کو پوٹھوہار کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے ۔ راولپنڈی ایک نیا شہر ہے اور مغلوں کے ابتدائی دور حکومت میں اسکا کہیں وجود نہ تھا ۔ سکھوں کے زمانے میں بھی راولپنڈی ایک معمولی قصبہ سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا ۔ راولپنڈی سے چند میل شمال کی طرف راول نام کا ایک قصبہ تھا ۔ اس قصبے میں راول قبیلہ آباد تھا ۔ انگریزوں کے عہد حکومت سے پہلے یہی راول قصبہ ایک اہم مقام تھا ۔ انگریزوں نے راولپنڈی کے مقام پر چھاؤنی قائم کی اور اس چھاؤنی کی برکت سے راولپنڈی شہر آباد ہونا شروع ہوا ۔ چونکہ یہ مقام فوجی اعتبار سے بڑا اہم تھا اس لئے رفتہ رفتہ یہ چھاؤنی ملک کی سب سے بڑی فوجی چھاؤنی کی حیثیت اختیار کر گئی ۔ جب انگریزوں کا تسلط ہندوستان بھر پر ہو گیا تو انہوں نے اپنی فوجوں کو چار مختلف کمانڈوں میں تقسیم کیا ۔ چنانچہ راولپنڈی ناردرن کمانڈ کا صدر مقام قرار پایا ۔ ناردرن کمانڈ اہمیت کے اعتبار سے تمام کمانڈوں پر فائق تھا ۔ کیونکہ اسی کمانڈ کے ذریعے شمال مغربی سرحدی علاقے میں بھی نظم و ضبط قائم رکھا جاتا تھا ۔

قیام پاکستان سے پہلے راولپنڈی ایک اوسط درجے کا شہر تھا ۔ اس کی آبادی ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی اور یہ صرف چند مربع میل میں پھیلا ہوا تھا ۔ قیام پاکستان کے بعد اس شہر کی آبادی میں بہت اضافہ ہوا جو سال بسال اور زیادہ ہوتا جا رہا ہے ۔ اب میونسپلٹی کی

حدود تقریباً بیس مربع میل علاقے کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں ۔ اس کی مضافاتی بستیاں بجائے خود چھوٹے چھوٹے شہر ہیں ۔ کئی بڑے بڑے کارخانے قائم ہو جانے سے ہزاروں لوگ ڈویژن کے مختلف حصوں سے آ کر یہاں آباد ہو گئے ہیں ۔ اس کے علاوہ مہاجرین بھی لاکھوں کی تعداد میں بس گئے ہیں ۔ نئی نئی صنعتوں کے قیام سے شہر کی آبادی اور اہمیت میں متواتر اضافہ ہو رہا ہے ۔

یہ شہر خالص پوٹھوہاری تہذیب اور ثقافت کا مرکز بھی ہے ۔ پوٹھوہاری زبان کے بیسیوں چھوٹے موٹے شاعروں کے علاوہ دو بڑے شاعروں سائیں اور بردا نے اپنی زندگی اسی شہر میں بسر کی ہے ۔ یہ دونوں شاعر دراصل پشاور کے رہنے والے تھے ۔ لیکن سائیں تلاش معاش کے سلسلے میں اور بردا حوادث زمانہ کا شکار ہو کر یہاں پہنچا ۔ اور یہیں کا ہو رہا ۔ بردا نے اپنی جوانی کا کچھ حصہ راولپنڈی کی جیل میں بسر کیا چنانچہ اس کے کئی اشعار میں جیل کی زندگی کا ذکر درد ناک انداز میں ملتا ہے ۔

## تصوف کا اثر

گزشتہ سات آٹھ سو سال میں مسلمانوں کی ہئیت اجتماعیہ پر تصوف کا اثر اتنا گہرا اور ہمہ گیر رہا ہے کہ کسی اسلامی ملک یا خطے کا تمدنی جائزہ لیتے ہوئے تصوف کے اثرات سے قطع نظر ممکن نہیں ۔ ایران اور ہندوستان کے مسلمانوں پر تو تصوف کے اثرات اور بھی گہرے ہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں تصوف اتنا رس بس گیا ہے کہ زندگی کا ایک لازمی جزو دکھائی دیتا ہے ۔ پوٹھوہار کے علاقے میں بھی تصوف اور متصوفین کا اثر و نفوذ بہت زیادہ ہے ۔ آپ کسی بھی اہم شہر یا قصبے میں چلے جائیں کسی نہ کسی فقیر کا مزار ضرور پائیں گے ۔ جہاں ارد گرد کے دیہات کے لوگ ہر جمعرات آتے ہیں ، دعائیں مانگتے اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں ۔ پیروں فقیروں کا بھی چرچا بہت عام ہے بلکہ بعض ٹھگ قسم کے لوگ بھی سبز یا گیروے کپڑے پہن کسی مقام پر بیٹھ جاتے ہیں اور سادہ لوح دیہاتیوں سے

نذرانے وصول کرتے ہیں

پیر پرستی اور مزار پرستی کی ابتداء لوگوں کی جہالت اور تعلیم کی کمی کی وجہ سے ہوئی تھی ۔ لیکن سینکڑوں سال گزرنے کے بعد یہ چیز اب ایک روایت سی بن گئی ہے اور آجکل اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگ بھی اپنی توہم پرستیوں کو عقیدہ کی پختگی کا نام دے کر روایت کو قائم رکھنے میں مصروف نظر آتے ہیں ۔ عورتیں خاص طور پر ضعیف الاعتقاد ہوتی ہیں اس لئے مزارات کے چکر لگانا اور درویشوں کی بارگاہوں میں حاضر ہونا ان کے معمولات میں شامل ہو گیا ہے ۔

پوٹھوہار کے علاقے میں کئی ایسے مزار ہیں جن کا چرچا دور دور تک ہے ۔ ان مزاروں پر سال بسال عرس ہوتے ہیں جن میں ہزاروں لاکھوں لوگ آ کر شریک ہوتے ہیں ۔ ان میں سے بیشتر تو فی الواقعہ صاحب مزار کے ارادت مند ہوتے ہیں لیکن بہت سے لوگ محض میلے کی رونق دیکھنے چلے آتے ہیں ۔ ان میلوں میں قوالیوں اور مجروں کے علاوہ بہت سی دوسری خرافات بھی ہوتی ہیں ، لیکن جسطرح دیوالی کی رات کو ہندوؤں کے ہاں روائتاً جؤا کھیلنا معیوب ہونے کی بجائے مستحسن شمار ہوتا ہے ۔ اسی طرح ان میلوں میں شامل ہونے والے لوگ ہر قسم کی خرافات کے جواز میں کوئی نہ کوئی عذر تراش لیتے ہیں ۔

اس علاقے کے میلوں میں سب سے زیادہ مشہور اور دھوم دھڑکے کا میلہ نور پورشاہاں کا ہے ۔ جو راولپنڈی سے آٹھ میل شمال مغرب میں شاہ عبداللطیف المعروف بری شاہ کے مزار پر لگتا ہے ۔ یہ میلہ ہر سال فصل ربیع کے کٹ چکنے کے بعد شروع ہوتا ہے ، لیکن کبھی کبھی اپریل کے آغاز میں بھی ہو جاتا ہے ۔ اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد بعض اوقات ڈیڑھ لاکھ تک پہنچتی ہے ۔ یہ میلہ خاص طور پر اپنے ناچ رنگ ، گانوں اور قوالیوں کے لئے مشہور ہے ۔ بارہ دن متواتر دولت یہاں گھٹاؤں کی طرح آتی اور غریب کی آبرو کی طرح لٹتی

ہے - گولڑہ شریف کا عرس بھی مشہور عرسوں میں سے ہے - یہاں پیر مہر علی شاہ کا مزار ہے - پیر صاحب ایک صاحب حال درویش ہونے کے علاوہ ایک بہت بڑے عالم دین اور محدث بھی تھے - انہوں نے زندگی بھر طالبان حدیث کو حدیث پڑھائی - اس عرس میں قوالیاں اور نعت خوانیاں تو ہوتی ہیں لیکن کسی قسم کی بے ہودگی کا مظاہرہ نہیں ہوتا - مری کی پہاڑیوں کے عین وسط میں موہڑہ شریف کے مقام پر پیر محمد قاسم صاحب کا مزار ہے - جون کے مہینے میں یہاں بھی عرس ہوتا ہے - لیکن غناء و سرود قطعاً ممنوع ہے - اس عرس میں مغربی پاکستان کے ہزاروں عقیدتمندوں کے علاوہ آزاد قبائلی علاقوں سے بھی ہزاروں مرید آتے ہیں -

اسی طرح کلیام اعوان ، جلہاری معظم شاہ اور میرا شریف میں مدفون بزرگوں کے مزاروں پر اور راولپنڈی شہر میں شاہ چن چراغ اور حافظ عبدالکریم صاحب کے مزاروں پر عرس منعقد ہوتے ہیں جو کئی دن تک جاری رہتے ہیں - ان میں سے بعض عرس نہایت سادہ طریقے سے ہوتے ہیں - لیکن بعض میں رقص و سرود اور راگ رنگ کی محفلیں بڑی دھوم دھام سے جمتی ہیں -

ضلع جہلم میں جلالپور شریف کے مقام پر پیر حیدر شاہ کے مزار پر بڑی شان و شوکت سے عرس ہوتا ہے - پیر حیدر شاہ ایک کامل درویش گزرے ہیں ، جن کے مرید ہزاروں کی تعداد میں ہیں - اس ضلع کے انتہائی شمال میں کھڑی کے مقام پر پوٹھوھاری زبان کے مشہرر و معروف شاعر اور حق شناس عارف میاں محمد بخش کا مزار ہے - کیمبل پور کے ضلع مین حسن ابدال کا چھوٹا سا قصبہ حسن نامی ایک درویش کے نام پر آباد ہے - یہیں قریب ہی ایک بلند پہاڑی پر شاہ ولی قندھاری کی یادگار ہے - یہ شاہ ولی بابا گرو نانک کے ہم عصر تھے اور عوامی داستانوں کے مطابق ان دونوں میں حریفانہ زور آزمائی بھی ہوئی تھی -

مسلمانوں کی خانقاہوں اور مزاروں کے علاوہ پوٹھوہار کے علاقہ میں غیر مسلموں کے بہت سے متبرک مقامات بھی موجود ہیں ۔ ان میں سب سے مشہور پنجہ صاحب کا گوردوارہ ہے جو راولپنڈی سے پچیس میل مغرب میں پشاور روڈ پر ایک بہت بڑا تیرتھ ہے ۔ یہاں کسی زمانے میں سکھوں کا ایک بہت بڑا میلہ ہوا کرتا تھا ۔ آج کل بھی سکھ یاتری ہر سال ہندوستان سے اس کی یاترا کے لئے آتے ہیں ۔ راولپنڈی سے چند میل کے فاصلہ پر سید پور کے مقام پر ایک متبرک کنڈ یا تالاب ہے جہاں بیساکھی کے دن بڑا میلہ لگتا تھا ۔ اس میلے میں شامل ہونے کے لئے ہندو مرد ، عورتیں اور بچے ہزاروں کی تعداد میں آیا کرتے تھے ۔ ضلع جہلم میں کٹاس راج کے مقام پر موسم بہار میں ایک بڑا میلہ لگتا تھا ۔ کٹاس راج کے قریب ہی چوہا سیدن شاہ واقع ہے جہاں مسلمانوں کا ایک میلہ بہار ہی کے موسم میں لگتا ہے ۔

اگر ان میلوں اور عرسوں کے تفصیلی حالات جمع کئے جائیں تو قاری کے لئے نہایت دلچسپ مواد مہیا ہو سکتا ہے ۔ لیکن یہاں ان کا تفصیلی جائزہ ہمارے موضوع سے قطعاً غیر متعلق ہے ۔ یہاں ان کا ذکر کرنے سے ہمارا مقصد محض پوٹھوہاری زندگی کے ایک لطیف لیکن قدرے پنہاں گوشے کو اجاگر کرنا ہے تاکہ ہم معلوم کر سکیں کہ اس طرز زندگی سے ہمارے تمدن اور ادب پر کیا اثرات مترتب ہوئے ہیں ۔

میلے ٹھیلے اور اسی قسم کے دوسرے تہوار ہماری زندگی میں ایک خاص کیفیت پیدا کرتے ہیں ۔ انسان فطری طور پر مسرت کا متلاشی ہے ۔ مسرت کے کئی پہلو اور حصول مسرت کے کئی انداز ہوتے ہیں ۔ جب انسان کو کسی قسم کی جسمانی یا روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے تو وہ اس مسرت کا اظہار مختلف ذریعوں سے کرتا ہے ۔ میلوں کے بھی دو پہلو ہوتے ہیں ۔ ایک داخلی اور دوسرا خارجی ، داخلی پہلو حصول مسرت سے تعلق رکھتا ہے اور خارجی پہلو اظہار مسرت سے ۔

کسی ملک یا سر زمین کے لوگوں کی زندہ دلی اور مسرت طلبی کا اندازہ اس میں منعقد ہونے والے میلوں اور دوسری تقریبات سے کیا جا سکتا ہے ۔ میلے یا کھیل تماشے کی انسان کو اسی صورت میں سوجھتی ہے جب وہ معاشی طور پر خوشحال اور ذہنی طور پر آسودہ ہو ۔ اور اگر میلے کئی کئی دن تک جاری رہیں تو باور کیا جا سکتا ہے کہ لوگ معاشی طور پر خوشحال بھی ہیں ، انہیں فراغت وقت بھی حاصل ہے اور ذہنی طور پر بھی آسودہ ہیں ۔ انہی میلوں سے ہم لوگوں کی زندہ دلی اور خوش مشربی کا اندازہ بھی کر سکتے ہیں ۔ پوٹھوہار میں جس کثرت سے میلے منعقد ہوتے ہیں ملک کے کسی دوسرے حصے میں نہیں ہوتے ۔ اس لئے ہم بآسانی یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ پوٹھوہاری لوگ زندہ دلی اور خوش مشربی میں دوسرے لوگوں سے کہیں آگے ہیں ۔

میلوں کے اس پہلو کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں اس کے ایک اور اہم تر پہلو کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے ۔ وہ اہم تر پہلو یہ ہے کہ پوٹھوہار کے تمام میلے فقراء اور صوفیاء کے مزاروں پر ہونے والے عرسوں کے سلسلے میں ہوتے ہیں ۔ یعنی ہر میلے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو فقر و فنا کی حقیقتوں ، ترک دنیا کی فضیلتوں اور عشق حقیقی کی عظمتوں سے روشناس کیا جائے ۔ اس میں شک نہیں کہ عوام نہ تصوف کے گہرے مسائل کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں نہ وہ میلوں میں ان مسائل کو سمجھنے کی کوشش کے لئے جاتے ہیں ۔ لیکن فقراء اور صوفیاء کے مزاروں پر جانے اور وہاں ان کے حالات سننے سنانے سے ذہن کچھ نہ کچھ ضرور متاثر ہوتا ہے ۔ پھر ایسے لوگوں کا ذہن جو شعر و ادب سے لگاؤ رکھتے ہوں کہیں زیادہ اور گہرے اثرات قبول کرتا ہے ۔ اس اثر پذیری کا نتیجہ ان کی ادبی تخلیقات میں دکھائی دیتا ہے ۔ جو ان متاثر ہونے والے اذہان میں پرورش پاتی ہیں ۔ چنانچہ جہاں پوٹھوہاری زبان کے شعر و ادب میں تصوف کے گہرے رنگ کا ایک سبب تصوف کی وہ ہمہ گیری ہے جو اسے ہر قسم کے

اسلامی علوم و فنون کے معاملے میں حاصل ہو چکی ہے، وہاں دوسرا سبب یقیناً وہ ماحول اور فضا ہے جو صوفیاء اور فقراء کے عرسوں میں پائی جاتی ہے اور جس کا اثر ان میں شامل ہونے والا ہر آدمی شعوری اور غیر شعوری طور پر قبول کرتا ہے۔

## (ب) پوٹھو ہاری زبان

سب سے پہلے یہ امر فیصلہ طلب ہے کہ پوٹھوہاری زبان ہے یا بولی! زبان اور بولی میں نہایت آسان اور عام فہم فرق یہ ہے کہ بولی صرف بولنے کی چیز ہے اور زبان بولنے کے علاوہ لکھی بھی جاتی ہے یعنی جس ذریعۂ اظہار کا رسم الخط موجود ہو وہ بولی نہیں زبان ہے۔

مغربی پاکستان میں جتنی زبانیں ہیں ان سب کا رسم الخط فارسی ہے۔ جن آوازوں کے لئے فارسی زبان میں حروف موجود نہیں ان کے لئے ہندی، بھاشا اور سنسکرت سے حروف مستعار لئے گئے ہیں۔ مثلاً ٹ، ڈ، اور ڑ کی ثقیل اصوات فارسی زبان میں موجود نہیں ہیں۔اس لئے یہ تینوں حروف ہندی بھاشا سے لئے گئے ہیں، اور حروف پر نقطوں کی بجائے ط ڈال کر انہیں آردو کا لباس پہنایا گیا ہے۔ بہت سی ثقیل اور سنسکرتی لب و لہجے کی مخصوص اصوات کے لئے مرکب حروف بنائے گئے ہیں۔ اس طرح سے بھ پھ ٹھ جھ چھ ڈھ کھ وغیرہ مرکب حروف آردو زبان میں شامل ہوئے۔ چونکہ اہل پوٹھوہار کا لب و لہجہ بھی سنسکرتی لب و لہجہ سے قریب تر ہے اس لئے ان ثقیل اصوات کو ظاہر کرنے والے حروف اور مرکب حروف پوٹھوہاری زبان میں بھی شامل ہیں۔

چونکہ پوٹھوہاری زبان کا اپنا ایک مستقل ذخیرۂ الفاظ موجود ہے افعال کی بناوٹ اور ضمائر کی ساخت کے قاعدے بھی اس کے اپنے ہیں۔ اور اس کے اپنے مستقل ذخیرۂ الفاظ کے اندر تصانیف نظم و نثر بھی ملتی ہیں۔ اس لئے اصول لسانیات کے مطابق ہمیں تسلیم

کرنا پڑے گا کہ یہ ایک مستقل زبان ہے۔

## اس زبان کا دائرہ عمل

کچھ لوگ پوٹھوہار اور پوٹھوہاری زبان کو ضلع راولپنڈی کی تین تحصیلوں یعنی گوجر خاں، راولپنڈی اور کہوٹہ کے میدانی حصے تک محدود سمجھتے ہیں۔ بعض لوگ طنزاً یہ بھی کہتے ہیں کہ اصل پوٹھوہار تو محض تحصیل گوجر خان کا مختصر سا علاقہ ہے۔ اور اسی ایک تحصیل میں بولی جانے والی زبان کو ہم پوٹھوہاری کہہ سکتے ہیں۔ یہ مفروضہ درحقیقت ان لوگوں کی لسانیاتی اصول اور ضوابط سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ یہ درست ہے کہ تحصیل گوجر خاں کو پوٹھوہار کے مرکز کی حیثیت حاصل ہے۔ اور اس تحصیل میں بولی جانے والی زبان ہی معیاری پوٹھوہاری زبان ہے، لیکن یہ مرکز ایسا ہی ہے جیسے پنجابی زبان کا مرکز گوجرانوالہ کے ارد گرد کا علاقہ، ملتانی زبان کا مرکز ملتان کے ارد گرد کا علاقہ، پشتو زبان کا مرکز پشاور کے اردگرد کا علاقہ یا اردو زبان کا مرکز دلی اور اس کا قرب و جوار ہے۔ حالانکہ ہندوستان کے اضلاع جالندھر، ہوشیارپور اور فیروزپور سے لے کر پاکستان میں گجرات کے ضلع تک بولی جانے والی زبان پنجابی، ملتان، جھنگ، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خاں اور بہاولپور میں بولی جانے والی زبان ملتانی، سوات اور چترال سے لیکر بلوچستان تک بولی جانے والی زبان پشتو اور تمام یوپی اور مشرقی پنجاب کے پیشتر اضلاع میں بولی جانے والی زبان آردو ہے۔ اسی طرح دریائے جہلم کے دائیں کنارے سے لے کر دریائے سندھ کے بائیں کنارے تک اور آزاد کشمیر اور ہزارہ کی پہاڑیوں سے لیکر سون سکیسر کی پہاڑیوں تک بولی جانے والی زبان پوٹھوہاری ہے۔ اگرچہ مختلف علاقوں میں لب و لہجہ کا فرق ضرور ہے۔ اور بعض اسماء و افعال اور ضمائر کی شکلیں بھی قدرے بدل جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پوٹھوہاری پنجابی زبان کی شاخ ہے۔ یہ خیال قطعاً غلط اور گمراہ کن ہے۔ اگر اس خیال کو درست

تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پنجابی زبان پوٹھوہاری زبان سے قدیم تر ہے۔ حالانکہ صورت حال اس کے بالکل بر عکس ہے۔ پوٹھوہاری پنجابی سے قدیم تر ہے اور پنجابی اردو سے قدیم تر۔ اس لئے پوٹھوہاری زبان پنجابی زبان اور اردو زبان سے متاثر نہیں ہوئی بلکہ اس نے ان دونوں زبانوں کو متاثر کیا ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں ہمارے پاس واضح دلائل اور شواہد موجود ہیں جن کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

ہر پڑھا لکھا آدمی جانتا ہے کہ بر عظیم پاک و ہند کی موجودہ آبادی اُن لوگوں کی اولاد پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً حملہ آوروں کی صورت میں شمال مغرب کی طرف سے گنگا اور سندھ کے میدان میں داخل ہوتے رہے۔ حملہ آوروں کا یہ سلسلہ ہزاروں سال جاری رہا اور ہر نئی لہر ایک نئی تہذیبی قوت کی صورت میں آگے بڑھتی رہی۔ ان تہذیبی لہروں کا پہلا میدان عمل پوٹھوہار کا علاقہ ہوا کرتا تھا۔ گویا گنگا کے میدان کی تہذیب در حقیقت سندھ کے میدان کی تہذیب کی ارتقائی صورت میں ظاہر ہوتی رہی۔ یا بالفاظ دیگر تمدن کا وہ درخت جو گنگا کے میدان میں رنگا رنگ کے پھول کھلاتا رہا۔ اُس کی جڑیں حقیقتاً سندھ کے میدان میں ہؤا کرتی تھیں۔

زبان اور ادب ہر تہذیب کی بنیاد ہوتے ہیں جس پر اس تہذیب کی پوری عمارت استوار ہوتی ہے۔ اگر چہ عمارت کی آرائش و زیبائش بنیاد کی مرہون منت نہیں ہوتی لیکن عمارت کی بلندی، اُس کا پھیلاؤ اور اس کا استحکام براہ راست بنیاد کے استحکام پر مبنی ہوتا ہے بنیاد عمارت کے تمام حصوں پر اثر انداز ہوتی ہے لیکن خود عمارت کسی حصے سے متاثر نہیں ہوتی۔

چونکہ بر صغیر ہند و پاکستان کی تہذیبی بنیاد پوٹھوہار کے علاقے ہی میں قائم ہوتی رہی اس لئے آگے چل کر اس تہذیب کے مختلف مظاہر پوٹھوہاری تہذیب و تمدن سے اثر پذیر ہوتے رہے گویا پوٹھوہاری زبان پنجابی، اردو اور دوسری ہندی پاکستانی زبانوں کو متاثر زیادہ

کرتی رہی ہے اور خود ان سے کم اثر پذیر ہوتی رہی ہے پوٹھوہاری زبان پر اثر انداز ہونے والی وہ زبان تھی جو پوٹھوہاری زبان سے پہلے اس علاقے میں مروج تھی۔ عربی، فارسی، ترکی اور دوسری ایشیائی زبانوں کی آمد سے پہلے اس علاقے میں سنسکرت زبان یا سنسکرت سے نکلی ہوئی پراکرتی زبانیں مروج تھیں۔ اس لئے پوٹھوہاری زبان پر سنسکرت اور سنسکرتی پراکرتوں کا اثر عربی، فارسی یا اردو سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کا ایک بڑا سبب یہاں کے باشندوں کا لب و لہجہ بھی ہے جو سنسکرتی لب و لہجے سے قریب تر ہے۔ سنسکرتی زبان کے بہت سے الفاظ جو اردو پنجابی اور ہندی میں ملائم تر شکل اختیار کر کے شامل ہوتے ہیں پوٹھوہاری زبان میں اپنی ابتدائی یا تقریباً ابتدائی صورتوں میں موجود ہیں۔

مثال کے طور پر 'ماڑھا'، 'تہاڑا'، 'ساڑا'، 'مکی' اور 'تکی' اردو زبان میں میرا، تیرا، ہمارا، مجھے اور تجھے کی صورت میں آتے ہیں، لیکن پوٹھوہاری زبان میں اپنی ابتدائی شکل میں موجود ہیں۔ اسی طرح وسطی اور مشرقی پنجاب اور یو۔پی میں ادھر، اُدھر، اور کدھر بولے جاتے ہیں لیکن پوٹھوہاری زبان میں یہی 'ھدر'، 'ھدر' اور 'کدھر' ہیں جو سنسکرتی لب و لہجے اور تلفظ کے عین مطابق ہیں۔ اسی طرح مورکھ بمعنی بیوقوف، پرکھ بمعنی شخص، تکھر بمعنی جانور، لیکھ بمعنی قسمت، لیکھا بمعنی حساب کتاب، بنھڑا بمعنی دولھا، شینھہ بمعنی شیر، شوبھا بمعنی بزیبائش، لوبھ بمعنی لالچ، بنج بمعنی بانس، بنجلی بمعنی بانسری، بھاگوان بمعنی خوش‌قسمت، بھت بمعنی دروازہ، اور اسی قسم کے بیسیوں الفاظ موجود ہیں جو براہ راست سنسکرت زبان سے آئے ہیں اور پوٹھوہاری زبان میں اپنی ابتدائی شکل و صورت میں موجود ہیں۔ حالانکہ پنجابی اور اردو میں یا تو ایسے الفاظ کے مترادفات مستعمل ہیں یا اُن کی صورت بدلی ہوئی ہے۔

## عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے اثرات

اوپر کے بیان سے قارئین کو یہ غلط فہمی ہرگز نہ ہونی چاہیئے کہ ہم پوٹھوہاری زبان پر عربی فارسی، اور ترکی زبانوں کے اثرات کے یکسر منکر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تینوں زبانیں ایسی اقوام کی تھیں جو فاتحین کی حیثیت سے بر صغیر ہند و پاکستان میں داخل ہوئیں تھیں اور کلام الملوک ملوک الکلام کے کلیہ کے

ماتحت ان کو عام حالات میں بھی پوٹھوھاری زبان پر اثر انداز ہونا چاھیئے تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ عربی اور فارسی زبانیں اھل پوٹھوھار کی مذھبی زبانیں بن گئی تھیں اور مسلمانوں کا تمام تر تہذیبی سرمایہ انہی دو زبانوں میں تھا۔ اس لئے ہزارھا الفاظ اور مذھبی اصلاحات پوٹھوھاری زبان میں بے روک ٹوک شامل ہو گئیں مسلمانوں کے ابتدائی حملوں کے بعد ان زبانوں کے اثر و نفوذ میں ترکوں نے بڑا اہم حصہ لیا ھے۔ اس لئے ترکی زبان کا اثر بھی لازمی تھا۔ جب مسلمانوں کی دوسری تہذیبی لہر ھندوستان میں پہنچی تو خود فارسی زبان میں ہزارھا ترکی الفاظ ایسے گھل مل گئے تھے کہ اسی زبان کا جزو لاینفک معلوم ہوتے تھے چنانچہ یہ الفاظ فارسی زبان کے توسط سے مروجہ ھندی زبانوں میں بھی داخل ہوئے۔ اس زمانے کی پوٹھوھاری زبان آج کی پوٹھوھاری زبان سے یقیناً بہت زیادہ مختلف ہو گی۔ کیونکہ آج کے زمانے کی پوٹھوھاری زبان پر عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کا بڑا گہرا اثر ھے۔

اوپر کی بحث سے مندرجہ ذیل تین نتائج قدرتی طور پر اخذ ہوتے ھیں:-

۱- چونکہ پوٹھوھاری زبان کی اساس مسلمانوں کی آمد سے پہلے کی مروجہ پراکرت پر ھے اس لئے تغیرات زمانہ سے تبدیلیاں آ جانے کے باوجود اس کی اساسی شکل و صورت اسی پراکرت سے قریب تر رھی۔

۲- لوگوں کا لب لہجہ سنسکرتی پراکرت سے زیادہ لگاؤ رکھتا تھا۔ اس لئے اس میں سنسکرتی ماخذ کے سینکڑوں الفاظ اپنی اصلی شکل و صورت میں موجود رھے۔

۳- عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کے ھندی زبان سے میل جول کی وجہ سے جو نئی زبانیں ظہور پذیر ہوتی رھیں وہ لاھور اور دھلی کے درباروں اور علمی مراکز میں پہنچ کر روز بروز زیادہ شستہ اور مجلا ہوتی گئیں، لیکن پوٹھوھار کا علاقہ چونکہ درباری اثر و نفوذ سے آزاد تھا اس لئے یہاں جو نئی زبان ظہور پذیر ہوئی اس کی بنیادی سادگی برقرار رھی۔

## (ج) پوٹھوھاری شاعری کا آغاز

پوٹھوھار کا علاقہ چونکہ سیاسی، علمی اور ثقافتی مراکز سے بہت ہٹ کر تھا اس لئے پوٹھوھاری زبان میں شعر و ادب کی تخلیق

یا تو ہوئی ہی نہیں یا اگر کچھ ہوئی بھی ہے تو لوگوں کے حافظے تک ہی محدود رہی اور کتابوں میں منتقل نہ ہو سکی۔ اسی لئے اُس پوٹھوہاری شاعری کی عمر بہت کم ہے جسے ہم کتابوں کے اوراق و صفحات میں پھیلا ہوا دیکھتے ہیں۔ لوک گیت البتہ بہت پرانے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض کی عمر چھ سات سو سال کے قریب ہو لیکن لوک گیت زمانے کے ساتھ تغیر پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ وقت کی ندی میں سنگریزوں کی طرح بہتے رہتے ہیں۔ کوئی سنگریزہ کہیں اٹک جاتا ہے کوئی کہیں۔ اس کے ساتھ ہی نئی نئی ندیاں جو اطراف و جوانب سے آ آ کر ملتی ہیں اپنے ساتھ نئے نئے سنگریزے لاتی رہتی ہیں۔ اسی طرح پرانے لوک گیت متروک ہوتے رہتے ہیں اور نئے نئے گیت ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ ہم نے اپنی عمر میں کئی ایسے گیت سنے ہیں جو آج لوگوں کی زبانوں سے اُتر چکے ہیں، حالانکہ آج سے پندرہ بیس برس پہلے تک یہ گیت شہروں اور دیہاتوں کے گلی کوچوں میں گونجا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ”چھئی“ اور ”تونبا“ کا نام لیا جا سکتا ہے۔

پوٹھوہاری زبان کی باقاعدہ شاعری یعنی ایسی شاعری کی عمر ایک سو سال سے زیادہ نہیں جو زینت قرطاس بنی۔ ہو سکتا ہے کہ اُنیسویں صدی کے وسط میں بھی اس زبان میں منظوم قصے لکھے گئے ہوں۔ جو اُس زمانے میں مقبول بھی ہوئے ہوں۔ لیکن ایسے منظوم قصے ہم تک نہیں پہنچے اس لئے ہم حتمی طور پر کچھ کہہ نہیں سکتے۔ فی الحقیقت پوٹھوہاری شاعری کا آغاز میاں محمد بخش نے کیا۔ اُنہوں نے سب سے پہلے اس زبان میں ایک طویل نظم جسے اس زبان کا ایپک ( EPIC ) کہا جا سکتا ہے لکھی۔ یہ نظم اس قدر مقبول ہوئی کہ جہلم، راولپنڈی، کیمبل پور، ہزارہ، پونچھ اور جموں کے علاقے میں تقریباً ہر گھر میں اس نظم کی ایک جلد کا ہونا گویا لوازم زندگی میں سے ہو گیا۔ یہ نظم اُنیسویں صدی کے اواخر میں لکھی گئی اور نہ جانے موضوع کی دلکشی یا بیان و زبان کی عظمت تھی یا مصنف کا خلوص یا بیک وقت یہ تمام خصوصیتیں، جن سے اسے فوراً ہی قبول عام کی سند حاصل ہو گئی۔

## سیف الملوک

اس شہرہ آفاق نظم کا نام سفر العشق اور عرف سیف الملوک ہے اور اس کا موضوع تمام تر تصوف۔ سیف الملوک ایک نوجوان شہزادہ

ہے جو بدیع الجمال نامی ایک پری زاد پر غائبانہ طور پر عاشق ہو جاتا ہے۔ اور اسی عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ بدیع الجمال اُسے خواب میں اپنا جلوہ دکھا کر نہ صرف اُس کی آتش طلب کو تیز کرتی ہے بلکہ اُسے منزل مقصود تک پہنچنے کا راستہ بھی بتاتی ہے۔ شہزادہ مہینوں سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور اپنی دھن میں بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ راستے میں جہاز ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے، ساتھی بچھڑ جاتے ہیں، جنگلوں اور صحراؤں میں تنہا سفر کرنا پڑتا ہے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔ اس کے بعد ایک ایسے شہر میں پہنچتا ہے جہاں عورتوں کی حکمرانی ہے۔ ملکہ اُسے اپنا کر وہیں روک لینے کا جتن کرتی ہے لیکن وہ نہ مصائب سے گھبراتا ہے نہ محبت کے دام میں آتا ہے۔ دوران سفر میں اُسے ایک ایسے دیو سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے جس نے بدیع الجمال کی دودھ بہن ملکہ خاتون کو قید میں ڈالا ہوا ہے۔ وہ اس دیو کو قتل کر کے ملکہ خاتون کو اُس کی قید سے چھڑاتا ہے اور پھر اُسی کی رہنمائی میں منزل مقصود تک پہنچتا ہے اور آخر کار اُسی کی مہربانی سے وصال محبوب سے شاد کام ہوتا ہے۔

یہ تمام قصہ ایک مجازیہ ہے، جس کے متعلق خود مصنف لکھتا ہے:-

بات مجازی رمز حقیقی دن دناندی کاٹھی
سفر العشق کتاب بنائی سیف چھپی وچہ لاٹھی
جنہاں طلب قصے دی ہوسی سن قصہ خوش ہوسن
جنہاں لاگ عشق دی سینے جاگ سویرے روسن

شہزادہ سیف الملوک مولانا روم کی نے کی طرح روح انسانی ہے جو روح کل سے بچھڑ کر پھر اُسی تک پہنچنے کے لئے بیتاب ہے۔ روح اپنی منزل کو پہچانتی تو ہے لیکن اُس تک پہنچنے کے لئے اُسے کئی صعوبت ناک مراحل کو طے کر کے پہلے اپنے دل تک پہنچنا ضروری ہے۔ یہ دل ایک ظالم دیو یعنی نفس کی قید میں ہے۔ جس نے اُسے دنیوی ہوا و ہوس کے قید خانے میں بند کیا ہوا ہے۔ اس قید خانے کے دروازے پر بد بختی کا قفل چڑھا ہے اور باہر حرص و آز نامی دو شیر پہرہ دے رہے ہیں۔ نفس نے دل پر نیند کا عالم طاری کیا ہوا ہے اور ظاہری اور باطنی حواس کے پرندے پنجروں میں پڑے پھڑپھڑا رہے ہیں۔ دیو نفس اگرچہ بظاہر بڑا

قوی اور ہیبتناک ہے لیکن اس کی جان ایک نہایت کمزور اور نازک کبوتر کے وجود میں ہے، جو غفلت کے دریا کی تہ میں نہایت حفاظت سے رکھا ہوا ہے اور کسی کو اس تک پہنچنے کی مجال نہیں، لیکن جب وہ شاہ مہرے، جو مرشد کامل کا عطیہ ہیں، ندی کے سامنے لائے جاتے ہیں تو یہ صندوق خود بخود اچھل کر سطح پر آ جاتا ہے اور کبوتر کی گردن مروڑ کر دیو کو باسانی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ مجازی پیرائے میں ان حقائق کا بیان خود مصنف نے اس طرح کیا ہے:—

روح شہزادہ شاہ مہرے نیں صدق محبت بھائی
حرص ہوا دنی دی بنگلہ تن نوں جگہ بنائی
آز حرص دو شیر کلاں دے قفل دراں بد بختی
ملکہ خاتون ایہہ دل ستا شہوت جادو تختی
نفس اساڈا دیو مریلہ غفلت ندی ڈوھنگیری
جہل صندوق ہوئے دو پکے کنجی اسم چنگیری
پنچھی پنجریاں وچہ حساں پنج باطن پنج ظاہر
باغ ارم دل وانگوں سمجھو نکل سوئے نہ باہر
کامل مرشد جس شاہ مہرے تحفہ چیز سجائی
اس دے دتے نیں شاہ مہرے ہمت کریں کمائی

نفس مضمون کے اعتبار سے شاید آج کا حقیقت پسند قاری اسے محض تصوف اور تخیل کا گورکھ دھندا کہہ کر ایک عظیم کارنامہ سمجھنے سے انکار کر دے، لیکن دنیا بھر کے ادب عالیہ میں، جس میں یورپی زبانوں کا ادب بھی شامل ہے، عظیم ترین منظوم شاہکاروں کے موضوعات اسی قسم کے تخییلی اور مافوق الفطرۃ واقعات پر مبنی ہیں۔ موضوع سے قطع نظر فن کے اعتبار سے بھی یہ نظم ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس میں انداز بیان کی نزاکت، تشابیہ اور استعارات کی ندرت، محاکاتی حسن، جوش کلام، علو تخیل، الغرض وہ تمام شعری محاسن موجود ہیں جو ایک اعلیٰ پائے کی نظم میں ہونے چاہئیں۔ بعض مقامات پر تو شاعر فن کی ان بلندیوں پر

جا پہنچتا ہے جہاں پوٹھوہاری اور پنجابی کے شعراء تو در کنار اردو اور فارسی کے شعراء بھی کم پہنچے ہیں۔ مثلاً اس مضمون کو کہ عاشق صادق کی توجہ اپنے محبوب سے نہیں ہٹ سکتی خواہ محبوب سے کہیں حسین تر لوگ اس کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح بیان کرتا ہے :-

چنوں روپ زیادہ دینہہ تھیں دیکھ چکور نہ پھردا
بھانبڑ بلدے دیکھ پتنگا دیوا ترک نہ کردا
لوہا مقناطیسے تائیں آٹھ ملدا کر دھائی
موتی ھیرے دیکھ نہ آٹھدا قیمت لکھ سوائی
پیلا منکا نیڑے کھڑیئے ککھ اس نوں آڈ ملدے
لعلاں نال نہیں آڈ چمڑن راہ نیارے دل دے

سمندر میں ایک طوفان کا بیان اس طرح ہے :-

لہراں اندر آیا ٹلا ول ول دھکے کھاندا
کدے پتال اندر لہ جائے کدے گگن چڑھ جاندا
کدے پئے وچہ گھمن گھیراں پھردا اندر پھیراں
پھیراں چہ ایوں پانی گجے چوٹ لگے جیوں شیراں
شانکوں شانک ندی دی سن کے سیمرغاں تن کنبے
جت ول نسن پانی دسے آڈ آڈ کے پر انبے
آبل آبل نکلے پانی جیوں کر تیل کڑاھی
تڑفن مچھ کڑاھیاں اندر جان تلیندی آھی
ٹلے نوں تھرتھلی آئی گگن پتال مریندا
آلٹا سدھا ہو پھر بچدا جد رب راکھا تھیندا

مناظر فطرت کی عکاسی اس طرح کی گئی ہے۔

سبزیوں سبز پوشاک زمیں نوں وانگوں نیکو بختاں
ہر ہر پاسے پانی نہراں لایا رنگ درختاں
میوہ دار پکی ہر ڈالی لٹک زمیں پر آئی
گل پھل رنگ برنگی پھلے رونق جوہ سہائی

کوئل مور چکور ہزاراں خوش آواز لٹورے
طوطے قمری کاے تتر بولن وانگ کٹورے
کاگاں ٹور گمانی کڈھی چلن وانگاں ہنساں
بہتے مرگ شکاری دوجے کتنے گن گن دساں
باغو باغ ہوئے دل آس دا جو آس بوہے پھردا
خوش ہوا خوشبوئے والی جنت وانگ چوگردا

یہاں سیف الملوک کاتفصیلی جائزہ لینے کی گنجایش نہیں لیکن مختصراً اتنا کہہ دینا ضروری ہے کہ پاکستان کی علاقائی زبانوں کے ادبی کارناموں میں اس کتاب کا مقام بہت بلند ہے اور پنجابی اور پوٹھوہاری ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کا تفصیلی مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

## سیف الملوک اور پنجابی ادب کے شاہکار

پنجابی زبان میں بہت سے منظوم قصے لکھے گئے ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر اس حصہ ٔ ملک میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔ ان منظوم قصوں میں سے ہیر رانجھا، سوہنی مہینوال، اور مرزا صاحباں خاص طور پر ایسے ہیں جن کے تراجم دوسری زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ یوسف زلیخا کی کہانی بھی پنجابی زبان میں نہایت تفصیل سے نظم کی گئی ہے اور احسن القصص کے نام سے مقبول عام ہے۔ اس کے علاوہ پنجابی زبان میں کچھ اخلاقی نظمیں بھی لکھی گئی ہیں جن میں سے مولوی عبدالستار کی نظمیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پنجابی زبان کی منظوم داستانوں کا موضوع بھی عام طور پر تصوف ہے اور لکھنے والوں نے عشق مجازی اور عشق حقیقی کے ازلی رشتے پر بحث کی ہے لیکن ان قصوں اور سیف الملوک میں ایک بنیادی فرق ہے۔ ان قصوں کے تمام کردار ہمارے اپنے معاشرے میں سے لئے گئے ہیں۔ یہ کردار عام انسانوں کی طرح جیتے جاگتے پنجاب کے دیہاتی ماحول کی پیداوار ہیں۔ ان میں محبت، نفرت اور رقابت کے جذبات بھی عام انسانوں کی طرح ہیں۔ ان جذبات کے وہی نتائج مرتب ہوتے ہیں جو عام انسانی زندگی میں ہوا کرتے ہیں لیکن سیف الملوک کی کہانی کا تانا بانا بالکل مختلف ہے۔

یہاں یک انسان ایک پریزاد کی آرزو کرتا ہے۔ یعنی ادنی کو اعلی کا آرزو مند دکھایا گیا ہے۔ ان دونوں طبقوں میں قدر مشترک جذبۂ محبت ہے جو بالآخر تمام ابعاد کو طے کر لیتا ہے۔ یہ عشق چونکہ جسمانیت پر نہیں روحانیت پر مبنی ہے اس لئے رقابت کا قدم درمیان نہیں آنے پاتا۔ البتہ عاشق کو بہت سے خوفناک اور طویل مراحل طے کرنا پڑتے ہیں۔ یہ مراحل بھی حقیقتاً وہ ہیں جو اہل تصوف کو عشق حقیقی کی راہ میں پیش آتے ہیں اور جنہیں ثابت قدمی سے طے کئے بغیر کوئی عاشق محبوب حقیقی تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں یہ ایک مجازی قصہ ہے۔ اس میں جو کچھ بھی لکھا گیا ہے استعارے کے رنگ میں ہے۔ ان استعاراتی واقعات کا تعلق دنیائے آب و گل سے نہیں دنیائے تصوف سے ہے اور دنیائے تصوف میں سب سے بڑی حقیقت روح ہے۔ جسم ظاہر اگر بالکل بے حقیقت نہیں تو غیر اہم ضرور ہے۔

## میاں محمد بخش

یہاں سیف الملوک کے مصنف کے متعلق مختصراً کچھ کہنا بے محل نہ ہوگا۔ میاں محمد بخش ایک درویش خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے باپ دادا اہل حال درویشوں میں سے تھے اور اُنہوں نے آنکھ کھولنے کے بعد اپنے آپ کو جس ماحول میں پایا وہ اللہ اور رسول کے ذکر عبادت و ریاضت اور ہو حق کا ماحول تھا۔ فطرت نے اُنہیں خود بھی درویشانہ مزاج دیا تھا۔ بچپن ہی سے وہ فقیر منش تھے اور اپنا زیادہ وقت یاد الہی میں بسر کیا کرتے تھے۔ جب جوان ہوئے تو ایک واقعے نے اُنہیں دنیا اور اہل دنیا سے مکمل طور پر بیزار کر دیا۔

روایت ہے کہ میاں صاحب موصوف کا رشتہ بچپن ہی میں ایک جگہ طے پا گیا تھا۔ جب آپ ذرا بڑے ہوئے تو آپ کو للھڑ نکل آیا جو رفتہ رفتہ آپ کی شکل و صورت میں ایک نمایاں عیب بن گیا۔ اس بنا پر لڑکی والوں نے رشتہ توڑنا چاہا لیکن اُن کے خاندان کی دینی اور دنیوی وجاہت کے پیش نظر اُنہیں یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ پورے طور پر قطع تعلق کر لیں۔ چنانچہ وہی رشتہ اُن کے چھوٹے بھائی کو دے دیا گیا۔ اس درویش صفت انسان کو نہ رشتہ ہونے

نہ اس کے منتقل ہونے کی کوئی خبر تھی۔ چھوٹے بھائی کی بارات کے ساتھ گئے اتفاقاً وہاں کسی عورت نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی دوسری عورت سے کہا: ”وہ رہا وہ بدصورت لڑکا جس کا رشتہ چھڑا کر ہم نے اس کے چھوٹے بھائی کو دیا ہے“۔

یہ بات کچھ اس انداز سے کہی گئی تھی کہ جیسے میاں محمد بخش ہی کو سنانا مطلوب تھی۔ ان کے دل پر گہری چوٹ لگی۔ حسن ظاہر کی کمی نے انہیں ایک لڑکی سے محروم کر دیا تھا اس لئے انہوں نے حسن باطن کی طرف توجہ کی تاکہ اس کے وسیلے سے محبوب حقیقی کو حاصل کر سکیں۔ طبیعت پہلے ہی درویشانہ تھی۔ اب دنیا سے بالکل ناطہ ٹوٹ گیا۔ اللہ سے لو لگا عبادت و ریاضت میں مشغول ہوگئے۔ دل کسی مرشد کامل کی تلاش میں تھا۔ کئی پیروں فقیروں کے ہاں حاضری دی لیکن دلی مراد نہ بر آئی۔ آخر ایک رات غازی پیر قلندر دمڑی والے نے خواب میں بشارت دی کہ میں نے تمہیں اپنا مرید بنا لیا۔ جاؤ اور کاروڑی میں میرے فرزند روحانی پیر سائیں غلام محمد کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اس خواب سے اطمینان قلب حاصل ہوگیا۔ مرشد کے حکم کے مطابق سائیں غلام محمد کے ہاں پہنچے۔ وہ بھی اہل کشف میں سے تھے۔ تمام حالات ان پر روشن ہو چکے تھے۔ برسوں آزمائش اور امتحان میں رکھا اور جب دیکھا کہ طالب حق ہے اور ہر کڑی آزمائش میں پورا اترا ہے تو بیعت کیا اور پھر بکمال تلطف تصوف کے اسرار و رموز سکھانے لگے حتیٰ کہ آخر کار کامل طریقت ہو کر خود سجادہ نشین ہوئے اور میدان طریقت میں دوسروں کی راہنمائی کرنے لگے۔ سفرالعشق یا سیف‌الملوک کی تصنیف بھی انہوں نے راہ طریقت میں اپنے مریدوں کی راہنمائی کے لئے کی۔

## پوٹھوہاری زبان کے دوسرے شعرا

میاں محمد بخش کے بعد پوٹھوہاری شاعری مروج اور مقبول ہو گئی چنانچہ انیسویں صدی کے اواخر میں راولپنڈی کے علاقے میں کئی شاعر پیدا ہوئے جن کے اشعار زبان زد خاص و عام ہو کر گلی کوچوں میں گائے جانے لگے۔ ان شعراء میں سے کسی شاعر نے بھی اپنی یادگار کے طور پر کوئی طویل نظم نہیں چھوڑی۔ بلکہ سی حرفیاں لکھیں جنہیں عرف عام میں بیت کہا جاتا ہے۔ بیتوں کی اکائی جسے

دو بیتا کہنا بجا ہوگا چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے اور عام طور پر پہلا مصرع جس حرف سے شروع ہوتا ہے وہ حرف علیحدہ بھی لکھا جاتا ہے لیکن مصرع کے وزن میں شامل ہوتا ہے چونکہ ہندی حروف کو چھوڑ کر حروف ابجد کی تعداد تیس ہے۔ اور عام طور پر شعرا ہر حرف کے ساتھ بیت شروع کرتے تھے۔ اس لئے ان بیتوں کے مجموعے کو سی حرفی کہا جانے لگا۔ آج کل یہ بیت نابود ہوتے چلے جا رہے ہیں کیونکہ جو لوگ ان کے رسیا تھے اور شام کے وقت محفلوں میں بیٹھ کر بڑے سوز و گداز سے انہیں الاپا کرتے تھے وہ اب اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اب عالم یہ ہے کہ بڑی تلاش کے بعد کوئی شخص ایسا ملتا ہے جسے دو چار بیت یاد ہوں۔ اس وقت تک تو بعض شعراء کی نہایت غلط سلط چھپی ہوئی سی حرفیاں کہیں کہیں دستیاب ہو جاتی ہیں۔ آگے چل کر ان غلط سلط مطبوعات کا سلسلہ بھی شاید قائم نہ رہ سکے کیونکہ ان کی مانگ روز بروز کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔

ان شعراء نے سی حرفیوں کے علاوہ دوسری اصناف سخن کی طرف توجہ نہیں کی۔ بیشتر شاعر ان پڑھ یا معمولی لکھے پڑھے تھے۔ اس لئے طویل نظمیں لکھنا ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ اور غزل سے وہ نا آشنائے محض تھے یا اگر انہوں نے اردو زبان میں غزلیں سنی بھی ہوں گی تو اس کے اسلوب کو اپنا نہ سکے۔ یوں غزل اس شاعری کے مزاج کے مطابق بھی نہ تھی۔ کیونکہ غزل میں فنی نزاکتیں اور لطافتیں اور بیان و اسلوب کی باریکیاں کچھ ایسی ہیں جو عوامی شاعری کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں اور اگر ہمارے ملک میں کوئی ایسی شاعری کی گئی ہے جو سو فی صد عوامی اور تکلف اور آورد سے بالکل پاک ہے تو وہ یہی شاعری ہے۔

اس دور کے شعراء میں سے بردا' سائیں' کرماں جہلمی' جوہر' ہمسر اور چنگی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ کچھ ایسے شعراء بھی ہو گزرے ہیں جنہوں نے اسی زبان میں شاعری کی ہے۔ اور اس زمانے کی محفلوں میں ذوق و شوق سے حصہ بھی لیتے رہے لیکن اپنی افتاد طبع کی بنا پر نمود و نمائش سے کنارہ کش رہے لہذا نہ وہ خود شہرت پا سکے نہ ان کا کلام عوام تک پہنچ سکا۔

### ۷- بردا

شہر پشاور کا رہنے والا پٹھان تھا۔ شاعرانہ اُفتاد طبع کے باعث مرد عاشق پیشہ تھا۔ اپنی محبوبہ (یا محبوب........؟) کی تعریف اُس نے ان الفاظ میں کی ہے :-

الف اکھیاں تیریاں سندرا وے نت کجلے دے نال کالیاں نیں
گل وچہ تعویذاں نیں رنگ لایا کنیں سوہنیاں سندراں والیاں نیں
لک پتلا سرو مثال تیرا جیویں وچہ چمن دے ڈالیاں نیں
بردا آکھدا سندر مہر بازاں عاشق سے مصیبتاں جالیاں نیں

معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اس محبت میں اُسے شدید ناکامی ہوئی۔ اُسے رقیبوں سے لڑنا پڑا اور غالباً اسی لڑائی کا نتیجہ دار وگیر اور قید و بند کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ محبوب نے تو بے وفائی کی ہی تھی۔ اپنے بھی مدد کرنے کی بجائے دشمنی پر اُتر آئے۔ خود سگے بھائی اور اُس کے داماد نے بردا کے خلاف بیانات دئے۔ اور آخرکار بیچارے کو زنجیروں میں گرفتار ہو کر جیل کی کال کوٹھڑی میں زندگی کا ایک عزیز حصہ گزارنا پڑا۔ بردا کی شاعری میں اس قید و بند، اپنوں کی دشمنی، غیروں کے طعنوں اور محبوب کی بیوفائی کا بڑے اندوہناک پیرائے میں بیان ہے :-

ش شہر پشاور تھیں ٹریا بردا کنڈھے اٹک دے آن کھلاریو نیں
پنج ست سپاہی ارد گردے بیڑی والے نوں نعرہ جو ماریو نیں
بیڑی آر آوے بیڑی پار جاوے وچہ بردے نوں چا کھلاریو نیں
بردا آکھدا یارو انگریز ڈاھڈے بندی جیل خانے اندر واڑیو نیں

---

ب بری یارو مرض عشق والی دارو لگدے نئیں طبیب والے
ساھوکاراں دے سخن منظور ہوندے سخن نئیں منظور غریب والے
نال عاجزی دے کم کڈھ لیندے رسا چوپ لیندے مٹھی جیب والے
بردا سیئاں درختاں دی کرے راکھی میوہ پکے تے کھان نصیب والے

---

ج جیل خانہ راولپنڈی والا جیدیاں کوٹھیاں گنو تے ہین چالی
پنج ست قیدی نت آوندے نی کوئی دن نہ جاوندا مول خالی
باراں سیر دیندے چھولے پیسنے نوں منہ تے آئی زردی اکھاں آئی لالی
بردا آکھدا یارو انگریز ڈاھڈے جنہاں سیئاں جواناں دی جند گالی

اگرچہ بردا ابتداً پشاور کا رهنے والا تھا لیکن ایک تو قید و بند کی وجہ سے مجبوراً راولپنڈی میں کچھ زندگی بسر کرنا پڑی دوسرے قید کاٹنے کے بعد بھی وہ کافی عرصہ راولپنڈی میں رہا - بری شاہ لطیف کا عقیدتمند تھا اس لئے وهاں بھی اس کی آمد و رفت رهتی تھی - لہذا هم اسے باسانی پوٹھوهار کا شاعر کہہ سکتے هیں - فطرت نے اسے روز ازل سے شاعرانہ دل و دماغ عطا فرمایا تھا لیکن اس کی زندگی سرتاپا مصائب میں گھری رهی - اس کی تعلیم بھی بالکل معمولی تھی جس کی وجہ سے وہ شعر و ادب کی دنیا میں کوئی کارنامہ سر انجام نہ دے سکا - تاهم اس کا جو کچھ شعری سرمایہ هم تک پہنچا هے اس میں سوز و گداز بدرجۂ اتم پایا جاتا هے -

## سائیں

میاں محمد بخش کے بعد احمد علی سائیں پوٹھو هاری زبان کا دوسرا عظیم شاعر هو گزرا هے - وہ انیسویں اور بیسویں صدی کے سنگھم کے زمانے کا شاعر هے - عام روایت کے مطابق وہ محض امی[1] تھا لیکن اس کے اشعار اس روایت کی تکذیب کرتے هیں - اپنے اشعار میں اس نے ایسی ایسی تراکیب استعمال کی هیں جن پر ایک ان پڑھ آدمی قادر نہیں هو سکتا - راقم کو سائیں کا کچھ فارسی کلام بھی دستیاب هوا هے جو اگرچہ بلند پایہ نہیں لیکن اس سے اتنا بخوبی ثابت هو جاتا هے کہ وہ ان پڑھ نہ تھا - شہادت امام حسین کے متعلق ایک قطعہ لکھتا هے :-

به لرزه شد سقف آسماں ز ظلم یزید
ز واقعات که آمد ز دست شمر پلید
هزار و نه صد و پنجاه و پنج زخم شدید
رسیده بود به جسد حسین ابن شهید

---

[1] مجھے ایسے لوگوں نے جو سائیں کے احباب میں سے تھے بتایا هے کہ سائیں واقعی ان پڑھ تھا -

سائیں بھی پشاور کا رہنے والا تھا ۔ تلاش روزگار کے سلسلے میں راولپنڈی آیا اور ایسا آیا کہ یہیں کا ہو کر رہ گیا ۔ خوش نصیبی سے اُسے راولپنڈی میں ایک ادب نواز سکھ رئیس گورمکھ سنگھ المعروف مکھا سنگھ مل گیا ۔ گورمکھ سنگھ کسی ریاست کا راجہ تھا نہ کوئی بہت بڑا جاگیردار، لیکن اُس کے ٹھاٹ راجاؤں کے سے تھے ۔ کئی پڑھے لکھے شاعر مزاج، بذلہ سنج، اور لطیفہ گو قسم کے لوگ اُس کے تنخواہ دار مصاحب تھے ۔ ہر روز صبح سویرے سردار مکھا سنگھ کا ''دربار'' لگتا ۔ جس میں ان مصاحبین کے علاوہ شہر کے خوش باش اور زندہ دل رئیس بھی شریک ہوا کرتے تھے ۔ مصاحبین اور احباب عام طور پر مسلمان تھے ۔ خشک قسم کے احباب کے لئے چائے کا دور چلتا اور رند قسم کے لوگ صبوحی سے سرشار ہوتے ۔ کچھ دیر یہ محفل رہتی اور پھر لوگ اپنے اپنے کام کاج پر چلے جاتے ۔ سہ پہر کو پھر حسب معمول محفل جمتی جو رات کے کھانے کے بعد ختم ہوتی ۔ سنیچر کی شام البتہ شام عشرت ہوا کرتی ۔ رات دیر تک لطیفے، خوش گپیاں، گانے اور شاعری ہوتی ۔ جو کبھی کبھی صبح تک چلتی ۔ اتوار کا تمام دن بھی اسی طرح رنگ رلیوں میں گزر جاتا ۔

کبھی کبھی چاندنی راتوں میں ''باغ سرداراں'' میں شعر و سخن اور راگ رنگ کی محفل جمتی تو تمام رات فضا میں نغمے گونجتے اور قہقہے لہراتے ۔ بعض اوقات مشاعرے ہوتے جن میں سائیں اور اُس کے شاگرد ایک طرف اور جوہر اور اُس کے شاگرد دوسری طرف ہوتے ۔ ان مشاعروں میں باقاعدہ مقابلے کی صورت ہوتی ۔ ایک گروہ کا کوئی شاعر بیت پڑھتا تو دوسرے گروہ پر لازم آتا تھا کہ اُس بیت کے آخری حرف سے شروع ہونے والا اُسی مضمون کا بیت پڑھے ۔

سردار گورمکھ سنگھ نے دل کھول کر سائیں کی قدردانی کی اور سائیں بھی ایسا وفا کا پتلا ثابت ہؤا کہ وطن کی یاد بھی اُسے اپنے سرپرست اور مربی کو چھوڑ کر جانے پر مجبور نہ کر سکی ۔ وہ اس بزم احباب میں ایسا آیا کہ پھر مر کر ہی اُٹھا ۔ اُس کی مٹی اس شہر کی نہ تھی لیکن دل یہیں کا تھا ۔ جب اُس کا جنازہ اُٹھا تو گورمکھ سنگھ خود اُسے کندھا دئے ہوئے تھا ۔ وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا کیونکہ آج اُس کی محفل کا وہ روشن

ستارہ غروب ہو گیا تھا جس کی تابانی سے راولپنڈی کا ادبی افق تیس سال تک جگمگاتا رہا ۔

یہاں ہم سائیں کے چار مسلسل بیت درج کرتے ہیں ۔ یہ بیت اس کی کسی مطبوعہ سی حرفی میں موجود نہیں ۔ ان بیتوں سے سائیں کے زوربیان اور قدرت کلام کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے ۔

ب بادۂ الم افروز بھر کے عشق ساقی نے دتا ایاغ کیسا
جدے پیندیاں ماتم یاس والا بلیا حجرۂ دل میں چراغ کیسا
پھر رہیا نہ بار وصال جوگا ہرا خزاں آجاڑیا باغ کیسا
دل نوں دامن سوز میں دگل بیٹھا لایا سائیاں جدائی نے داغ کیسا

---

ر روشنی جس دی معدوم ہو گئی آس دی جلن کیا اوہ چراغ کیسا
رکھن گل جس دے ضرب خاروالی آس دی تازہ ہوا کیہہ اوہ باغ کیسا
جس میں بوئے محبت دا دخل نئین گا اوہ تے ایزم[1] ہے عبث دماغ کیسا
داغ فرقت نوں کج سائیاں، بوالہوس پچھن ہاسیاں نال ایہہ داغ کیسا

---

ب بار[2] گل ہجر دا دیکھ میرا بولے ہک گل سجایا گل باغ کیسا
کہے لالہ دل مرا داغ ہے وے پر آس سوختہ جگر دا داغ کیسا
شب چراغ فلک بھی ایہہ داغ تک کے ہو متحیر کہے ایہہ چراغ کیسا
ایہو اک غم حسین سائیاں پاوے حاذق کوئی اس دا سراغ کیسا

---

ی یاد محبوب وچ مست ہویا میں کیہہ جاناں مئے کیسی ایاغ کیسا
دل الجھے نہ جھوٹے نظاریاں وچ سیر دنیا دی کیسی تے باغ کیسا
جھڑی گلیاں رلاوے نہ یاد کیسی، جھڑا آبھرے نہ بھر کے اوہ داغ کیسا
سائیاں قائم نیئں اپنے ایمان تے جواوہ دل کیسا دم کیسا دماغ کیسا

چونکہ اس زمانے میں پوٹھوہاری شاعری کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی اس لئے اس علاقے میں اور خاص طور پر راولپنڈی میں کئی شاعر

---

[1]خشک لکڑی ۔ ہیزم ۔ [2]بار بمعنی پھل استعمال کیا گیا ہے ۔

پیدا ہوئے ان شعرا میں سے چند ایک کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

## دیگر شعراء

دیگر شعرا میں سے جوہر، ہمسر، چنگی اور کرماں جہلمی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ کرماں جہلمی کی شہرت جہلم کے علاقے تک محدود رہی لیکن اس کے اشعار راولپنڈی کے لوگوں تک بھی پہنچتے ارو مقبولیت حاصل کرتے رہے۔ اس کے ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک درویش مسلک انسان تھا اور اپنے اشعار میں عشق و فنا کی تعلیم دیتا تھا۔ اس کا ایک بیت درج کیا جاتا ہے جس سے اس کے شاعرانہ مقام کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

ا الف کی الفت سے پہن الفی گیا سیر فلک دی میم آھا
عین شین[1] دو نقطیا پار کرکے کیتا الف سی میم دا جیم آھا
جلوہ دیکھ معراج حیران ہویا آدم نوح تے موسیٰ کلیم آھا
کرماں اس دی امت کیونکر جلسی جس دی کردا عرش تعظیم آھا

جوہر اپنے زمانے کے استاد شاعروں میں شمار ہوتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کا کلام کتابی صورت میں محفوظ نہیں ہؤا۔ اس میں اور سائیں میں معاصرانہ چشمک رہی۔ اور مشاعروں میں دونوں کے مقابلے بھی ہوتے رہے۔ لیکن سائیں کے سینے میں جو شعلۂ جوالہ تھا۔ اس کے سامنے جوہر کا چراغ نہ جل سکا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اس کا کلام بھی اس کی موت کے ساتھ فنا پذیر ہو گیا۔ ان دونوں استادوں کے بعد ان کے نامور شاگردوں چنگی اور ہمسر میں حریف پیشگی رہی۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے پر حریفانہ چوٹیں کرتے رہے۔ چنگی جوہر کا شاگرد تھا لیکن یہ شاگرد جوش کلام اور زور بیان میں استاد سے کہیں آگے ہے۔ وہ سائیں کے سامنے ایک چنگاری ہی سہی لیکن یہ چنگاری اپنی ذات میں انفرادیت کی حامل ضرور تھی۔ سائیں کے بعد جس شاعر کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی وہ چنگی ہی تھا۔ نمونۂ کلام حسب ذیل ہے۔

---

[1] اس مصرع کا مطلب واضح نہیں ممکن ہے حقیقتاً کچھ اور ہوا ہو۔

اس قدر اے دکھیا ایہہ جان میری ملک فلک تے سندے نی شور میرا
تو نئیں سننا ایں بیداد فریاد میری کر کے زور پہلے سی کمزور میرا
قبر تک تینوں پکاردا جاساں لے جاسن جد جنازہ ول گور میرا
دامن حشر نوں پھڑاں گا کہے چنگی رب دے روبرو کہاں ایہہ چور میرا

اس دور کے شعرا میں سے ہمسر ابھی تک زندہ ہے۔ لیکن اب وہ راکھ کے اس ڈھیر کی طرح ہے جس کے سینے میں یادوں کی چنگاریاں مدفون ہیں۔ بہت کم لوگ اب اسے جانتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص اسے شعر سنانے کو کہے تو اس کی خالی خالی آنکھوں میں آنسو امڈ آتے ہیں۔ اور اگر غلطی سے یادوں کی ان چنگاریوں کو جو اس کے سینے میں مدفون ہیں کریدنا چاہے تو ایک عجیب انداز سے ایک لمبی آہ بھر کر وہ دور خلاؤں میں گھورنے لگتا ہے۔

## پوٹھوہاری شاعری کا دور جدید

جب غیر منقسم ہندوستان میں مسلم قومیت کا شعور ابھرا تو اس شعور کے ساتھ ہی ساتھ ایک قومی زبان کا تخیل بھی پورے زور شور سے اجاگر ہوا۔ چنانچہ تمام ہندوستانی مسلمان اردو زبان کی تبلیغ و اشاعت میں منہمک ہو گئے۔ پشاور سے لے کر شیلانگ تک اور کشمیر سے لے کر مدراس تک ہر کہیں مسلمانوں نے اردو زبان کو اپنی قومی زبان قرار دے کر اردو بولو، اردو لکھو، اردو پڑھو کا نعرہ بلند کیا۔ مسلمانوں کے جوش و خروش اور اردو زبان کے حامیوں کے خلوص کا یہ عالم تھا کہ بیشتر پڑھے لکھے مسلمان نہ صرف اردو بولنے کو فرض خیال کرتے تھے بلکہ اپنی علاقائی زبان بھول جانے اور اس زبان کو اپنے لئے اجنبی بنا لینے میں فخر بھی محسوس کرتے تھے۔ سینکڑوں خاندان ایسے تھے جن کے بچے پنجابی، پوٹھوہاری اور پشتو تو آسانی سے نہ بول سکتے تھے لیکن اردو نہائت شستہ اور معیاری لب و لہجے کے ساتھ بولتے تھے۔ اگرچہ اس چیز کو غلو پسندی کہا جاتا ہے لیکن قومی اور ملی تحریکات کے زمانے میں اس کے بغیر بات بھی نہیں بنتی۔ چنانچہ مسلمان ادیبوں اور شاعروں کی تمام تر توجہ اردو زبان اور ادب کی طرف منعطف ہو گئی اور علاقائی زبانوں میں شعر و ادب کی تخلیق کے سوتے خشک ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۰ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کا زمانہ علاقائی ادب کے جمود و تعطل کا زمانہ ہے۔

قیام پاکستان کے بعد وہ غالی اور انتہا پسندانہ قومی تصورات رو با عتدال ہوئے اور اب شعرا اور ادبا پر یہ حقیقت بھی واضح ہونے لگی کہ علاقائی زبانوں کے ادب کی ترویج و اشاعت آردو ادب کی ترقی کے مانع نہیں اس کے برعکس ان زبانوں کے ادب کی ترقی فی الحقیقت آردو ادب کی ترقی اور پیش گامی میں ممد و معاون ہے۔ اگر شعرا اور ادبا آردو کے علاوہ اپنی علاقائی زبانوں میں بھی لکھنا شروع کریں گے۔ تو ایک طرف تو وہ آردو فارسی اور انگریزی ادب کے جواہر ریزوں سے اپنے علاقائی ادب کا ہار سنگھار کرنے میں کامیاب ہونگے دوسری طرف علاقائی ادب کے خیالات آردو ادب میں جگہ پائیں گے۔ چنانچہ بہت سے شعرا اور ادبا نے جو اردو میں لکھتے ہیں پوٹھوہاری زبان کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ ان لوگوں کی کدوکاوش سے پوٹھوہاری شاعری کو نشاۃ ثانیہ حاصل ہوئی ہے۔

موجودہ دور میں عبدالعزیز فطرت۔ باقی صدیقی۔ کرم حیدری۔ افضل پرویز۔ منظور عارف۔ انوار فیروز۔ صادق نسیم اور ایوب محسن آردو کے جانے پہچانے شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ علاقہ پوٹھوہار کے رہنے والے ہیں اس لئے اپنی زبان کی لذت اور چاشنی سے بخوبی آشنا ہیں۔ انہوں نے اس دور جدید میں اپنے علاقائی ادب کی طرف توجہ مبذول کی ہے۔ اس دور میں بیت گوئی مقبول نہیں اس لئے ان میں سے کسی نے بھی پوٹھوہاری زبان کی اس مروجہ صنف ادب کو نہیں اپنایا۔ اس کے برعکس انہوں نے پوٹھوہاری شاعری میں نئی نئی اصناف ادب کے تجربے کئے ہیں۔ یہ نئے تجربے بطریق احسن کامیاب ہو رہے ہیں۔ جس سے پوٹھوہاری شاعری کے لہجے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ہیئت میں بھی انقلاب آ رہا ہے۔ قدیم پوٹھوہاری شاعری میں غزل نایاب ہے۔ ان جدید پوٹھوہاری شاعروں نے ایسی ایسی غزلیں کہی ہیں جو ہیئت اسلوب اور فن کے اعتبار سے بہت آونچی سطح کی چیزیں ہیں۔ ان میں آردو غزل کا سا رچاؤ اور گھلاوٹ پائی جاتی ہے۔ غزلوں کے علاوہ گیت اور مختصر نظمیں بھی لکھی گئی ہیں۔ نظموں کے موضوعات میں وسعت اور تنوع پیدا کیا گیا ہے۔ جس سے پوٹھوہاری شاعری کا کینوس اور سکوپ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ ان میں ہر قسم کے مضامین کھپائے جا رہے ہیں بالخصوص دیہاتی ماحول کی عکاسی اور عوامی مسائل کا بیان نہائت سلجھے ہوئے انداز میں پایا جاتا ہے۔

اُردو گو شعرا کے علاوہ بعض ایسے شعرا بھی ھیں جو صرف پوٹھوھاری زبان میں لکھتے ھیں۔ ان میں عظیم بھٹی، طارق مسعود اور یعقوب جوگی کے نام قابل ذکر ھیں۔ کچھ اور شعرا بھی سامنے آ رھے ھیں جو شاید آگے چل کر اپنے فکری خلوص اور فنی مہارت کے بل بوتے پر اپنا مقام پیدا کر سکیں۔ یہاں ضلع جہلم کے ایک نوجوان ماجد صدیقی کا ذکر بھی نا مناسب نہ ھو گا۔ یہ نوجوان علاقہ ونہار کا رھنے والا ھے اور اس کی شاعری کے پس منظر میں ونہار کی وہ سنگلاخ اور چٹانی سرزمین ھے جس نے ھمیشہ جنگ آزما سپاھی پیدا کئے ھیں۔ لیکن ماجد صدیقی خالصتاً پنجابی زبان میں لکھتا ھے اس لئے یہاں اسکی شاعری کا جائزہ ممکن نہیں۔

ان جدید شعرا کے کلام کے نمونوں سے قارئین کو جدید پوٹھوھاری شاعری کے انداز اور رجحان کا کچھ اندازہ ھو سکیگا۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رھے کہ یہ نیا رجحان بلکہ پوٹھوھاری شاعری کی نشاۃثانیہ بھی بڑی حد تک ریڈیو پاکستان راولپنڈی کی مرھون منت ھے۔

میں آوارہ، اپنے من دی موج دا مالک ـــــ بے جنجال
پیار دی منزل ڈھونڈن کارن ھر دم پھرناھاں بے حال
پیریں چاندی دیاں کھڑانواں، چلدا لہراں ورگی چال
ھسدا نچدا جانواں ھر دم ھسدیاں نچدیاں لہراں نال
میں آوارہ اپنے من دی موج دا مالک ـــــ بے جنجال
کٹھیاں وانگن وچ پہاڑاں چلدا گیتاں والی چال
راتیں تاریاں دی چھاواں وچ سوندا لگ کے دھرتی نال
دھرتی میِنوں۔ میں دھرتی نوں دساں آپو اپنا حال

(دھرتی ناں مسافر ـــــ فطرت)

دل ترے پیار دا سوالی اے
دل دی ھر آرزو نرالی اے
ویکھئے کس طرحاں بسر ھووے
رات کالی تے جام خالی اے
شمع نیں دیر تک وفا کیتی
اوہ نمانی وی بجھنے والی اے
عشق دا روگ سی اسانوں خیر
ھور دنیا کیہڑی سکھالی اے

خون دنیا دا ہو گیا اے سفید — تیرے ہوٹھاں تے کیسی لالی اے
اُس دا دل نہ ویکھ توڑیں سجن — میں بڑی سدھراں نال پالی اے
شام آئی جدائیاں والی — دل دی آواز خالی خالی اے

باغ اُس دے سپرد جھڑا کرم
آپ گل چیں تے آپ مالی اے

(غزل ـــــ کرم حیدری)

اچے اچے بوٹیاں تے نمی نمی چاننی
رات چٹا ریشمی دوپٹہ پئی تاننی
چناں وچوں لتھی مٹیار مینڈے ہان نی
اکھاں نیاں بجھنی تے دلاں نیاں جاننی
اچے اچے بوٹیاں تے نمی نمی چاننی

(گیت ـــــ باقی صدیقی)

چن اچکا یٹ بٹ تکے مارے کرن سوال
کل راتیں میں بلنی تکی چنی وچہ مشال
ھنے بنے سیلاں مارے دھپ تکے نہ چھاں
ایہہ ماھیا اگی ناں واڑہ کرسی مانھ بدناں
بے قدری ناں جھکھڑ جھلیا عشق ناں پے گیا کال
سچے موتی کسے نہ پچھے وکیا جھوٹا مال

(دوھے ـــــ باقی صدیقی)

پترا وے
پتراں نال ماواں نال ماں
میں ملکاں نی چکی پیٹھی
میں خانان نیں چرخے کتے
راجیاں آلیاں کٹ وگاراں

گال سٹی ایہ اپنی جان
پترا وے
پتراں نال ماواں ناں مان

(وین ـــ شورش ملک)

چھچھے نی کڑیئے
شہر کراچی وچہ
کیہی ڈاڈی یاد آئی ایں
اتھے رنگ برنگیاں کڑیاں
آچیاں لمیاں پڑھیاں گڑھیاں
میں ڈھونڈاں تیرا قد بت
تیریاں اکھیاں، تیری کھاڈی
یاد آئی ایں ـــ چھچھے نی کڑیئے
شہر کراچی وچہ ـــ کیہی ڈاڈی یاد آئی ایں

(گیت ـــ منظور عارف)

پھلاں مکی تریل ـــ آڑیو
سکی گئی سدھراں نی بیل
پھلاں مکی تریل
کیڈے ھاڑے کیتے
کوڑے زھر پیالے پیتے
جینا بنی گیا کھچکیل
آڑیو
سکی گئی سدھراں نی بیل
پھلاں مکی تریل

(گیت ـــ طارق مسعود)

اوہ غم دنیا نیں کیہ سمجھن جھڑے درد فراق نیں سہ گئے نیں
کج اکھیاں دے نال سن گئے نیں، کج ہنجواں دے نال کہہ گئے نیں
توں دل دریا ناں تارو ایں اتھے کنڈھیاں ناں کوئی غم نہ کر
ایتھے اوہا بیڑے پار لگے جھڑے چھلاں دے وچہ رہ گئے نیں
اوہ اپنیاں وچہ وی بیگانے اوہ دیساں وچہ وی پردیسی
جھڑے تیرے در توں کئی واری آٹھے نیں تے آٹھ کے بہ گئے نیں
جے ذات عشق دی پچھناں ایں آ پچھ سسی دی گور کنوں
اوہ پیر تھلاں وچہ آ پہنچے جھڑے وچہ محلاں چھہ گئے نیں
گلیاں لمیاں تے کٹیاں نکیاں نیں اے یار کہانیاں دلاں دیاں
کئی کہندے کہندے رہ گئے نیں کئی رہندے رہندے کہہ گئے نیں
اس دنیا تے بھوں مان نہ کر چل صادق یار منا لئیے
ایتھے کئی مسافر تیندے جئے بس ایہہ آئے بس ایہہ گئے نیں
(غزل — صادق نسیم)

کیہڑی گلوں رسیا ماہی
مینوں تے کج سمجھ نہ آئی

تیریاں یاداں مار مکایا سٹیا مینوں دل تڑپایا
مڑ کے توں وی چھوڑ کے مینوں کسے نہ میرا درد ونڈایا

تینوں میری سار نہ کائی
مینوں تے کج سمجھ نہ آئی

یاد تری وچہ پل پل رواں ہنجواں دے پئی ہار پرواں
تک تک سپنے نویں نویلے آپے ہساں آپے رواں

بیدردی نے قدر نہ پائی
مینوں تے کج سمجھ نہ آئی

دل دی اگ وچہ میں پئی بلاں یاداں مارن سینے سلاں
کام کلی کھوہ تے رواں سکھیاں ہسن کر کر گلاں

او کیہہ سمجھن پیڑ پرائی
مینوں تے کج سمجھ نہ آئی
کیہڑی گلوں رسیا ماہی

(گیت ـــــ انوار فیروز)

دل منی تے بولیں ہس ماھیا
میں تینڈی وراگن ڈھولا
پرا کھیاں دے نیہڑے وس ماھیا میں ڈاھڈی وراگن ڈھولا
میں ذرا نال تیرے کیہہ ھسیاں
نہ میں پچھیاں نہ تدھ دسیاں
ھن ھاسا چھوڑ تے دس ماھیا میں ڈاھڈی وراگن ڈھولا
میں نال ترے کیہہ گئیاں
دھماں ڈھوکاں گراواں پئیاں.
مینڈی لوکاں کولوں بس ماھیا میں تینڈی وراگن ڈھولا

(گیت ـــــ افضل پرویز)

کلیاں ھس ھس کے گھنڈ کھولے
باگاں نیں وچہ پکھڑوں بولے
سریاں کھڑ کھڑ لاٹاں مارے
نسریاں کنکاں کھان ھلارے
بوٹیاں پائے ساوے چولے
مستی وچہ گل وکڑے پاون
ستے دلاں نیں تار ھلاون
ٹھڈی ٹھڈی واؤ نیں جھولے
مست بہاراں مارن چھلاں
دلے چ آ کے دل نیاں گلاں
کوئی سناوے ھولے ھولے

(بہار ـــــ صادق نسیم)

وسیا اے زور دا تے چڑھی اے کورنگ[1] نی
چڑھدی کورنگ وانگوں دل دی آمنگ نی
ڈب ڈب جاوے دل، جان ہوئی تنگ نی
چھوڑ گیا ماہی غماں درداں دے سنگ نی
چڑھی اے کورنگ نی
چھلاں پئی مار دی جوانی دی ترنگ نی
وسیا اے زور دا تے چڑھی اے کورنگ نی
سکھیاں سہیلیاں بن بن ٹولیاں
ھس ھس کھڑ کھڑ مار دیاں بولیاں
بولیاں کہ دلے وچہ لگدیاں گولیاں
زخماں دے نال ھویا چور انگ انگ نی
چڑھی اے کورنگ نی
چھلاں پئی مار دی جوانی دی ترنگ نی
وسیا اے زور دا تے چڑھی اے کورنگ نی

(ساون رت ـــــ کرم حیدری)

کدے نمی نمی دھپ
کدے گوڑی گوڑی چھاں
کدے تاریاں نی لو
کدے ریشماں نی شام
کدے پلے وچہ ورھے
کدے ورھے وچہ پل
کدے اج کدے کل
تہاڑی ھک ھک گل
ماڑھے دلے نال نشان

(نظم ـــــ یعقوب جوگی)

---

[1] ایک ندی کا نام جو مری کے قریب سے نکلتی ھے۔

## (د)
## لوک گیت

ہر جاندار مخلوق مسرت، غم، جرأت، خوف، محبت، نفرت، عداوت اور اسی قسم کے دوسرے جذبات کا اظہار اپنی حرکات اور مختلف قسم کی آوازوں کے ذریعے کرتی ہے۔ محبت اور خوشی کے عالم میں یہ حرکات اور آوازیں کچھ اور طرح کی ہوتی ہیں، جرأت اور خوف کے عالم میں کچھ اور طرح اور نفرت اور عداوت کی صورت میں بالکل کچھ اور۔ انسانوں میں بچے فطرت سے قریب تر ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن پر مختلف جذبات کا رد عمل شدید اور فوری ہوتا ہے۔ بچہ جسے پسند کرے اُسے دیکھ کر مسکراتا ہے۔ جس سے محبت کرے اُس کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے۔ جسے نا پسند کرے اُسے دیکھ کر منہ بناتا یا پھیر لیتا ہے جس سے نفرت کرے اُسے دیکھتے ہی بھاگ جاتا ہے۔

قدیم انسان بچے کی طرح فطرت سے قریب تر تھا۔ اس لئے وہ مختلف جذبات کا اظہار الفاظ سے زیادہ حرکات و سکنات سے کرتا تھا۔ یہ حرکات صرف ہاتھ یا سر کے اشاروں تک محدود نہ تھیں بلکہ جسم کے تمام اعضا مختلف انداز سے حرکت میں آتے تھے۔ حرکات و سکنات کے باہمی تال میل سے مختلف قسم کے رقص مرتب ہوئے۔ چنانچہ غیر متمدن اور نیم متمدن اقوام میں اظہار جذبات کے لئے مختلف قسم کے رقص مروج ہو گئے۔ انہیں اصلاح میں لوک ناچ کہا جاتا ہے۔ ایسی تقریبات میں جہاں کسی ایک قبیلے یا بہت سے قبائل کے مرد و زن اکٹھے ہوں ایسے لوک ناچوں کا مظاہرہ کیا جاتا تھا۔ تہواروں اور مختلف تقریبات پر جن لوک ناچوں کا مظاہرہ کیا جاتا تھا اُن سے مقصود عام طور پر اظہار مسرت ہوا کرتا تھا۔ قبائل کی باہمی آویزشوں کے مواقع پر ایسے رقص کئے جاتے تھے جن سے اپنے قبیلے کے بہادر نوجوانوں کی عزت اور شجاعت کو اُبھارنا مقصود ہوتا اور قیدیوں یا دشمنوں کے سرداروں کو سزا دیتے وقت جو رقص کئے جاتے تھے ان میں انتقام اور غصے کا مظاہرہ کیا جاتا۔ جوں جوں قبائل تہذیب و تمدن کی طرف قدم اٹھاتے تھے ان کے جنگی اور انتقامی رقص اعتدال پذیر ہو کو تہواری اور تقریباتی قسم کے رقص

بن جاتے تھے۔ آج کل ہمارے دیہات میں جو لوک ناچ مقبول اور مروج ہیں اور بیاہ شادی کی تقریبوں یا فصلوں کی کٹائی یا پڑ کوڈی اور اسی قسم کے مقابلے کی کھیلوں کے موقع پر ان کا مظاہرہ دیکھنے میں آتا ہے قدیم تہواری اور جنگی قسم کے لوک ناچوں کی ارتقائی صورتیں ہیں۔

لوک ناچوں کے وسیلے سے حرکات و سکنات کو اپنے جذبات کے اظہار کے لئے استعمال میں لانا اور اس ذریعے سے دیکھنے والوں پر اپنے جذبات کو واضح کرنا فنکاری کی ایک دلکش صورت ہے لیکن اسے ایک مکمل صورت نہیں کہا جا سکتا۔ انسان کو قدرت نے حرکات و سکنات کے علاوہ زبان کی قوت بھی عطا کی ہے جس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب جذبات الفاظ کا روپ دھار لیتے ہیں تو سننے والوں کے ذہنوں پر آن جذبات کی تصاویر زیادہ واضح اور غیر مبہم انداز میں منعکس ہونے لگتی ہیں۔ اس کے علاوہ حرکات و سکنات کو جذبات کا ذریعہ اظہار بنانے کے لئے بہت بڑی ریاضت کی ضرورت ہے اور ہر شخص میں نہ تو فطری طور پر اتنی صلاحیت ہوتی ہے نہ فراغت کہ وہ اس ریاضت کا متحمل ہو سکے۔ پھر حرکات و سکنات کو جذبات کا ذریعۂ اظہار بنانے والا انسان اپنے فن کی تمام تر عمارت کو اپنی ذاتی مشق اور ریاضت پر ہی آستوار کر سکتا ہے دوسرے لوگوں کی مشق اور ریاضت سے آسے براہ راست کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، لیکن جب الفاظ کو وسیلۂ اظہار بنایا جائے تو دوسروں کی ریاضتوں اور تجربوں سے کماحقہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوک گیت، لوک ناچ سے ایک بہت بہتر قسم کا وسیلۂ اظہار ہے۔ گیت کو ناچ سے زیادہ فائدہ پہنچانے والی ایک اور بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں گیت لکھنے اور گانے کو تو ایک اچھا اور پسندیدہ فن خیال کیا جاتا ہے، لیکن ناچ کو محض ڈوم ڈھاریوں کی چیز سمجھا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ معاشرے کی اخلاقی اور تہذیبی روایات عورتوں کے رقص کو مذموم اور ناپسندیدہ چیز قرار دیتی ہیں اور مردوں اور عورتوں کے مشترکہ رقص کا تو

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ پوٹھوہار کے علاقے میں لوک ناچوں کے مقابلے میں لوک گیتوں نے بہت زیادہ ترقی کی ہے

جب الفاظ میں صوتی آتار چڑھاؤ سے ایک نغماتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ گیتوں کا روپ دھار لیتے ہیں۔ یہ گیت شعرا کی شعوری کوششوں اور ریاضتوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ لوک گیتوں کی تخلیق بھی شعرا ہی کی کوششوں کی مرہون منت ہوتی ہے۔ لیکن ان کوششوں میں شعور سے زیادہ وجدان اور واردات قلبی کا دخل ہوتا ہے۔ لوک گیتوں پر کہنے والوں کے ناموں کی چھاپ بھی نہیں ہوتی اور شعر و سخن کی دوسری اصناف کے مقابلے میں ان میں بہت زیادہ بے تکلفی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے۔ اظہار میں فنی رعائتوں کی بجائے جذبات کی عکاسی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔

ہم اپنے گرد و پیش بہتی ہوئی ترنم ریز ندیوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں قطعاً پتہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کوشش کے باوجود پتہ چل سکتا ہے کہ کونسی ندی کا آغاز کب ہوا اور کیونکر ہوا۔ مرور زمانہ سے ان ندیوں کی گزرگاہوں میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے یا نہیں۔ اور اگر ہوئی ہے تو کب کون کون سے چشموں کا پانی ان میں بہہ کر آیا کرتا تھا اور ان میں سے کون کون سے چشمے خشک ہو گئے یا کون کون سے چشمے پھوٹ کر ندیوں کی روانی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ کسی ندی نے جو خاص رخ اختیار کیا ہے وہی کیوں اختیار کیا ہے کوئی اور رخ کیوں اختیار نہ کر لیا۔ لیکن ان ساری باتوں کے نہ جاننے اور جاننے کی کوشش بھی نہ کرنے کے باوجود ہم اُن کی ترنم آفریں روانی سے مسلسل اور متواتر لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ یہی حال لوک گیتوں کا ہے ہمارا فطری ذوق اُنہیں اُن کی موجودہ شکل و صورت میں بخوشی قبول کر لیتا ہے۔ ہمیں اس سے قطعاً کوئی غرض نہیں ہوتی کہ فلاں گیت کا آغاز کب ہوا اور کیونکر ہوا اور اس آغاز کا باعث کون تھا۔ کون کون سے بول کس زمانے میں شامل کئے گئے اور کون کون سے وقت کا ساتھ نہ دے سکنے کی وجہ سے متروک ہو گئے۔ ان میں فلاں الفاظ اس طرح سے

کیوں آئے ہیں کسی اور طریقہ سے کیوں نہ آئے - فن کے اعتبار سے فلاں گیت میں فلاں خامی ہے جسے بآسانی دور بھی کیا جا سکتا ہے لیکن کوئی شخص انہیں دور کرنے کی کوشش نہیں کرتا - اس کی وجہ یہ ہے کہ ان گیتوں کو فن کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جاتا بلکہ عوامی ذوق کے معیار پر دیکھا جاتا ہے -

## لوک گیتوں کی ہمہ گیری

لوک گیت دنیا کے تمام ملکوں اور تمام زبانوں میں پائے جاتے ہیں مختلف ممالک اور مختلف آب و ہوا میں مختلف انداز کے معاشرے ابھرتے ہیں - رسم و رواج اور عادات و اطوار میں اختلاف ہوتا ہے بعض قوموں میں جو چیزیں مذموم ہوتی ہیں وہی بعض دوسری قوموں میں مستحسن خیال کی جاتی ہیں - نفرت، محبت، عداوت اور رقابت کے انداز مختلف ہوتے ہیں عزت، شرافت، عصمت اور عفت کے معیار الگ الگ ہوتے ہیں، لیکن بنیادی اور جبلی جذبات میں بعد نہیں ہوتا - محبت کی ٹیسیں ہر ملک کے لوگوں کو یکساں محسوس ہوتی ہیں - ہجر و وصال کی کیفیتیں تقریباً ہر جگہ ایک جیسی ہوتی ہیں - محبت اور رقابت تقریباً ہر کہیں ساتھ ساتھ چلتی ہے اعلیٰ انسانی اقدار جن کی حفاظت کرنا ہر انسانی معاشرہ اپنے آپ پر لازم سمجھتا ہے ہر قوم میں ایک ہی طرح کی ہوتی ہیں - محبت، دوستی اور رفاقت کے لئے اپنی جان پر کھیل جانا ہر کہیں مستحسن ہے اور ریاکاری، تصنع اور دشمن پر اوچھا وار کرنا ہر کہیں مذموم - اپنے وطن، قوم اور اپنی روایات کی پائیداری کے لئے لڑ کر جان دے دینے والوں پر ہر ملک میں تحسین و آفریں کے پھول نچھاور کئے جاتے ہیں لیکن ذاتی مفاد کے لئے ملک و ملت سے غداری کرنے والوں پر ہر دیس میں لعنت اور پھٹکار بھیجی جاتی ہے - لوک گیت انہی بنیادی اور جبلی عالمگیر انسانی جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں - وہ افراد و اقوام کے مخصوص مفادات کے پاسبان نہیں ہوتے نہ ہی ان میں جھوٹی اور نمائشی عظمت اور بڑائی کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے - یہ نہیں کہا جاتا کہ ہماری قوم سب قوموں سے بڑھ کر سچائی کی علمبردار ہے -

یا سچائی ہماری قومی خصوصیت ہے - بلکہ سچائی سے چاہے وہ کہیں ہو اور کسی میں ہو پیار کیا جاتا ہے ان میں یہ نہیں کہا جاتا کہ ہم جیسا دنیا میں کوئی نہیں ہے - بلکہ تمام انسانوں کو ایک جیسا سمجھ کر انہیں محبت اور ہمدردی کا مستحق سمجھا جاتا ہے - لوک گیتوں میں کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا جاتا - کہ ہماری قوم یا ہمارا قبیلہ یا ہمارا خاندان شجاعت اور رواداری کے اعتبار سے بے نظیر ہے - لیکن یہ ضرور کہا جاتا ہے کہ شجاعت اور رواداری قوموں کے کردار کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے - وہ انسان روسی، امریکی، انگریز، عرب، ایرانی، ہندوستانی یا پاکستانی کی حیثیت سے مخاطب نہیں کرتے بلکہ محض انسان کی حیثیت سے - اسلئے بعض اوقات ایک معمولی سا لوک گیت اتنا اثر پیدا کر سکتا ہے - جتنا کوئی عمدہ سے عمدہ رزمیہ نظم بھی نہیں کر سکتی -

## پوٹھوہاری زبان کے لوک گیتوں کی خصوصیات

کسی زبان کے لوک گیتوں کی خصوصیات کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس علاقے کے طبعی، جغرافیائی، تاریخی، معاشرتی، معاشی اور اقتصادی حالات کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے - کیونکہ ادب چاہے کوئی بھی ہو اپنے ماحول کی پیداوار ہوتا ہے - اور یہی وہ اہم ترین عوامل ہیں جو کسی معاشرے کے ماحول کو متاثر اور متعین کرتے ہیں - مثلاً سمندروں اور بڑے بڑے دریاؤں کے کنارے بسنے والے لوگون کے گیتوں میں لہروں، طوفانوں، کشتیوں، بیڑوں اور غرقابیوں کا ذکر ہوگا - صحرائی علاقوں کے لوک گیتوں میں ریتلے جٹیل میدانوں، بے آب و گیاہ صحراؤں، صحرائی مسافرتوں، اونٹوں اور ساربانوں کا بیان ہوگا - سرسبز و شاداب علاقوں کے گیتوں میں پھولوں، چمنستانوں، لالہ‌زاروں، مرغزاروں، بلبلوں کے چہچہوں اور قمریوں کے زمزموں کے تذکرے ہونگے - کوہستانی علاقوں کے گیتوں میں اونچے اونچے پہاڑوں، خوبصورت وادیوں، تیز رو دریاؤں اور سبک گام ندیوں، چیلوں، صنوبروں، اور دیوداروں کے ترانے ہونگے -

وعلیٰ ھذالقیاس۔

پوٹھوہار کا علاقہ کہیں کہیں تو زرخیز اور شاداب ہے۔ لیکن عام طور پر یہاں وسیع و عریض قطعات ایسے ہیں جہاں خشک چٹانی اور کم زرخیز زمین ہے۔ یہ تمام علاقہ بارانی ہے۔ مصنوعی آبپاشی کے وسائل مفقود ہیں۔ اگر بارشیں وقت پر نہ ہوں تو پیداوار کا امکان بہت کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس علاقے میں کئی حصے ایسے ہیں۔ جہاں عام طور پر قحط کی سی کیفیت رہتی ہے۔ اگر بارش ہر وقت بھی ہوتی رہے اور زمین فصل دینے میں قطعاً بخل نہ کرے تو بھی آبادی کے مقابلے میں پیداوار بہت کم ہوتی ہے۔ اس لئے اس علاقے کی معیشت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کو تلاش معاش کے لئے گھروں سے باہر اور وطن سے دور رہنا پڑتا ہے۔ ذریعۂ معاش عام طور پر ملازمت ہے اور ملازمتوں میں سے فوجی ملازمت ایسی ہے جو ان لوگوں کے ذوق اور پسند کی ہے۔ یوں اگر مجبوراً پتھر کوٹنا پڑیں، کانیں کھودنا پڑیں، بوجھ اٹھانا پڑے یا کوئی کام بھی کرنا پڑے اسے نہائیت ہمت اور حوصلے سے ابرو پر بل لائے بغیر سر انجام دیں گے۔ لیکن ہر جوان کے دل میں تمنا سپاہی بننے کی ہو گی۔ سپاہی کی زندگی میں سب سے بڑی کمی یہی ہوتی ہے کہ اسے بسا اوقات کئی کئی سال تک اپنے گھر اور خویش و اقارب سے دور رہنا پڑتا ہے۔ یہ دوری اور جدائی ان کے تمام اعزہ پر بالعموم اور ان کی بیویوں یا منگیتروں پر بالخصوص گراں گزرتی ہے۔ کچھ اس علاقے کی روایات بھی ایسی ہیں کہ یہاں ”دل پھینک اور راستہ ہے“ کی قسم کی محبت کے مواقع کم ہیں۔ اور دلوں کو بھی سوسائٹی کی قیود اور بندشوں کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے عام طور پر مرد کی محبوبہ اپنی بیوی یا منگیتر اور عورت کا محبوب اپنا شوہر یا منگیتر ہوتا ہے۔ بلکہ سماجی قیدوں اور بندشوں کے سبب منگیتروں سے بھی محبت کا کھلم کھلا اظہار کم ہی ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں یہ بات پوری طرح ذہن میں رکھنی چاہئے۔ کہ پوٹھوہاری لوک گیتوں میں عام طور

پر محبوب اور محبوبہ خاوند اور بیوی ہوتے ہیں جو حالات کے ہاتوں ایک دوسرے سے طویل عرصوں کے لئے جدا رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس جدائی کے درد و کرب کا اظہار گیتوں میں کیا جاتا ہے۔

یہاں یہ بھی نہ بھولنا چاہئے کہ اس درد و کرب کا زیادہ بھر پور وار عورت کو سہنا پڑتا ہے۔ مرد پردیس میں رہ کر بھی اپنے فرائض منصبی کی بجا آوری میں اتنا مصروف رہتا ہے۔ کہ دن بھر اُسے محبت اور محبوبہ کا خیال بھی نہیں آتا۔ یہی مصروفیت محبوبہ کی نگاہ میں تغافل بن کر اُس کے درد و کرب میں اضافہ کرتی ہے۔ پھر مرد کے ساتھی اور دوست ہوتے ہیں۔ جو ہنسی مذاق اور گل گپ میں اس کا دل بہلائے رکھتے ہیں۔ بیچاری عورت نہ تو ہر وقت مصروف رہتی ہے کہ دھیان بٹا رہے۔ نہ سسرال میں کوئی ایسی سکھی سہیلی ہوتی ہے۔ جس سے دل کا حال کہہ سکے۔ وہاں تو ساس، نندیں اور بھاوجیں ہوتی ہیں جن سے دل کی بات کہنا رسوائی مول لینے اور نشانۂ تضحیک بننے کے مترادف ہے۔ اس لئے وہ جدائی کی اس آگ میں چپکے چپکے جلتی ہے۔ البتہ رات کی تاریکی میں کبھی کبھی دو آنسو بہا کر دل کی آگ کو ذرا ٹھنڈا کر لیتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ پوٹھوھاری لوک گیتوں میں اظہار بیشتر صورتوں میں عورت کی طرف سے مقابلتاً کمتر صورتوں میں مرد کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ بھی پوٹھوھاری لوک گیتوں کی خصوصیت ہے۔ کہ محبوب کو چاند کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

## مقبول ترین پوٹھوھاری لوک گیت

یوں تو اس زبان میں بیسیوں لوک گیت ہیں جو دیہات میں ہر کہیں بڑے ذوق و شوق سے گائے اور سنے جاتے ہیں۔ لیکن ایسے گیت جنہیں سوفی صد عوام میں مقبولیت حاصل ہے چند ایک ہی ہیں۔ ان چند گیتوں میں سے بھی دو ایسے ہیں جنہیں ہم مکمل طور پر ہمہ گیر کہہ سکتے ہیں۔ یہ دو گیت "ماہیا" اور "ڈھولا" ہیں۔ "ماہیا" پنجاب اور پوٹھوھار دونوں علاقوں کا

مشترکہ گیت ہے۔ اور اس کے بہت سے بول بھی دونوں علاقوں میں مشترک ہیں۔ لیکن "ڈھولا" تو خالصتاً پوٹھوہاری لوک گیت ہے۔ اس کی تکنیک "ماھیا" سے قدرے مختلف ہے۔ "ماھیا" کے بول میں پہلا مصرعہ چھوٹا اور دوسرا طویل ہوتا ہے۔ اور عام طور پر ان دونوں میں معنوی ربط بھی نہیں ہوتا۔ لیکن ڈھولا کے دونوں مصرعے ہم وزن ہوتے ہیں۔ اور دونوں میں معنوی ربط موجود ہوتا ہے۔

حصهٔ دوم

# متن

# شادی بیاہ کے گیت

[illegible]

## اساں ٹوری که ٹاری آندا

(بارات سے چند روز پہلے دولھا کو بازو پر ''گانی'' باندھ کر بٹھا دیا جاتا ہے۔ ان دنوں میں مایوں اور مہندی کی رسمیں ہوتی ہیں۔ ہر رات کنبے کی عورتیں دولھا کو ساتھ لے کر نکلتی ہیں اور ساتھ گیت گاتی جاتی ہیں۔ یہ ''ٹورنے'' یعنی ساتھ لے کر نکلنے کا گیت ہے)

اساں ٹوری که ٹاری آندا بنھڑا۔۔۔بنھڑا که تھرھر کنبے
نه کنب وے بنیاں ؟۔۔۔نه کنب وے
اپنے بھائیے نالونال۔۔۔نه کنب وے۔۔۔بنیاں۔۔۔نه کنب وے
اساں ٹوری که ٹاری آندا بنھڑا۔ بنھڑا که تھرھر کنبے
نه کنب وے بنیاں۔۔۔نه کنب وے
اپنے دوست نالونال۔۔۔نه کنب وے۔۔۔ بنیاں۔۔۔نه کنب وے
اساں ٹوری که ٹاری آندا بنھڑا۔۔۔ بنھڑا که تھرھر کنبے
نه کنب وے بنیاں۔۔۔نه کنب وے
اپنیاں بھیناں نالونال۔۔۔نه کنب وے۔۔۔بنیاں۔۔۔نه کنب وے
اساں ٹوری که ٹاری آندا بنھڑا۔۔۔بنھڑا که تھرھر کنبے
نه کنب وے بنیاں۔۔۔نه کنب وے
اپنا بابل نالونال۔۔۔نه کنب وے۔۔۔بنیاں۔۔۔نه کنب وے
اساں ٹوری که ٹاری آندا بنھڑا۔۔۔بنھڑاکه تھرھر کنبے

''ہم دولھا کو اپنے ساتھ چلا کر لائی ہیں۔اور دولھا کا یه عالم ہے که (کچھ حیا سے کچھ زندگی کے ایک نئے دور کے آغاز کی گھبراھٹ سے) بیچارہ تھر تھر کانپ رہا ہے۔

اے دولھا نه کانپ

تیرے بھائی تیرے ہمراہ ہیں (اُن کے ہوتے ہوئے تجھے کیا گھبراھٹ ہے) اس لئے نه کانپ

ہم دولھا کو اپنے ساتھ چلا کر لائی ہیں ایسا دولھا که بیچارہ تھر تھر کانپ رہا ہے۔

اے دولھا نه کانپ

تیرے دوست تیرے ساتھ چلے آ رہے ہیں اس لئے مت گھبرا
ہم دولھا کو اپنے ساتھ چلا کر لائی ہیں ایسا دولھا کہ بیچارہ گھبرائے چلا جا رہا ہے۔
اے دولھا نہ کانپ
تیری بہنیں تیرے ساتھ ساتھ ہیں (اور بہنیں کب بھائیوں پر آنچ آنے دیتی ہیں اس لئے) نہ کانپ
ہم دولھا کو اپنے ساتھ چلا کر لائی ہیں ایسا دولھا کہ بیچارہ گھبرائے چلا جا رہا ہے۔
اے دولھا نہ کانپ
تیرا باپ تیرے ساتھ ہے۔ اس لئے تو مت کانپ''

## جاگ مہرا جا

(جب بارات دلہن کے گھر پہنچتی ہے تو سحری کے وقت سسرال کی چند لڑکیاں جن میں دلہن کی بہنیں اور قریبی رشتہ دار لڑکیاں ہوتی ہیں چوری لے کر آتی ہیں۔ اور دولھا کے کمرے کے دروازے پر کھڑی ہو کر گاتی ہیں۔ یہ گویا چوری کی آمد کا اعلان ہوتا ہے۔ اس وقت صرف دولھا اور اس کا دوست اس کمرے میں رہ سکتا ہے۔ اگر کوئی اور شخص ہو تو اس کا فرض ہوتا ہے کہ نکل کر چلا جائے)

جاگ مہراجا جاگ۔۔چوری آئی آ
دے بہیناں نوں لاگ۔۔۔جنہاں بنائی آ
جاگ مہراجا جاگ۔۔۔چوری آئی آ
دے سالیاں نوں لاگ۔۔۔جنہاں بنائی آ
جاگ مہراجا جاگ۔۔۔چوری آئی آ
دے نائیاں نوں لاگ۔۔۔جنہاں بنائی آ
جاگ مہراجا جاگ۔۔۔چوری آئی آ
دے سسڑی نوں لاگ۔۔۔جس بنائی آ

"جاگ اے دولھا جاگ۔۔۔تیرے لئے چوری آئی ہے۔
اپنی (رشتے کی) بہنوں کو انعام دے جنہوں نے یہ چوری تیار کی ہے۔

جاگ اے دولھا جاگ۔۔۔تیرے لئے چوری آئی ہے
اپنی سالیوں کو انعام دے جنہوں نے یہ چوری تیار کی ہے
جاگ اے دولھا جاگ۔۔۔تیرے لئے چوری آئی ہے
اُن نائیوں کو انعام دے جنہوں نے یہ چوری تیار کی ہے
جاگ اے دولھا جاگ۔۔۔ تیرے لئے چوری آئی ہے
اپنی ساس کو نذرانہ پیش کر جس نے یہ چوری تیار کی ہے"
(حسب ضرورت یہ بول اسی انداز سے بڑھائے جاتے ہیں)

## بول مہراجا

(جگانے کے بعد دوسرا مرحلہ قریب آ کر دولھا سے بات چیت کرنے پر اور اُسے چوری کھانے پر آمادہ کرنا ہوتا ہے۔ پہلے زمانے میں ایک بڑی تھالی میں چوری لائی جاتی تھی جس کے اُوپر گھی میں تر بتر بے پیندے کا ایک بڑا کٹورا ہوتا تھا۔ دولہا کا فرض تھا کہ وہ اوپر سے کٹورا پکڑ کر اُٹھاوے اور پھر چوری کھائے۔ اُس کا ہاتھ بار بار کٹورے سے پھسلتا اور لڑکیاں قہقہے لگاتیں)۔

بول مہراجا چال مہراجا کیہڑے ویلے نیاں کھلیاں
کھلیاں کھلیاں رات گذاری دکھن پیراں نیاں تلیاں
مہراج پھل گلابے ناں اسی آپ چنبے نیاں کلیاں
ہک حویلی دو دروازے تیرے محبوباں کھلیاں
کھلیاں کھلیاں رات گذاری دکھن پیراں نیاں تلیاں
مہراج پھل گلابے ناں اسی آپ چنبے نیاں کلیاں
سرگی ویلا' واؤ پئی جھلنی کھڑن چنبے نیاں کلیاں
کھلیاں کھلیاں رات گذاری دکھن پیراں نیاں تلیاں
مہراج پھل گلابے ناں اسی آپ چنبے نیاں کلیاں
باغاں دے وچہ بلبل بولے نالے بولن کلیاں

کھلیاں کھلیاں رات گذاری دکھن پیراں نیاں تلیاں
بول مہراجا چال مہراجا کیہڑے ویلے نیاں کھلیاں

''اے دولھا ہم سے بول کچھ بات چیت کر۔ ہم کب کی کھڑی ہیں
کھڑے کھڑے ہم نے رات گذار دی ہے اور ہمارے پاؤں کے تلوے دکھ رہے ہیں
دولھا اگر گلاب کا پھول ہے تو ہم بھی تو چنبیلی کی کلیاں ہیں
ایک حویلی ہے جس کے دو دروازے ہیں اور تین محبوبائیں کھڑی ہیں
کھڑے کھڑے تمام رات گذر گئی ہے پاؤں کے تلوے دکھ رہے ہیں
دولھا اگر گلاب کا پھول ہے تو ہم بھی تو چنبیلی کی کلیاں ہیں
سحر کا وقت ہے ہوا چل رہی ہے چنبیلی کے پھول کھل رہے ہیں
کھڑے کھڑے تمام رات گذر گئی ہے پاؤں کے تلوے دکھ رہے ہیں
دولھا اگر گلاب کا پھول ہے تو ہم بھی تو چنبیلی کی کلیاں ہین
باغوں میں بلبل بول رہی ہے اور بلبل کے ساتھ کلیاں بھی بول رہی ہیں
کھڑے کھڑے رات گذر گئی ہے پاؤں کے تلوے دکھے جا رہے ہیں
اے دولھا ہم سے بول، کچھ بات چیت کر۔ ہم کب سے کھڑی ہیں''

## مہراجا سوہنیاں ساجا

مہراجا سوہنیاں ساجا---مہراجا
تیرے درتے بجیا باجا---مہراجا
مہراجا سوہنیاں ساجا---مہراجا

تیری کنڈیں پیر خواجا۔۔۔مہراجا
مہراجا سوہنیاں ساجا۔۔۔مہراجا
تیرا بابل وڈا راجا۔۔۔مہراجا
مہراجا سوہنیاں ساجا۔۔۔مہراجا
تیرا بھائیا وڈا راجا۔۔۔ مہراجا
مہراجا سوہنیاں ساجا۔۔۔مہراجا
تیری ماں اے وڈی رانی۔۔۔مہراجا
مہراجا سوہنیاں ساجا۔۔۔مہراجا
تیری سدا رہے جوانی۔۔۔مہراجا
مہراجا سوہنیاں ساجا۔۔۔مہراجا

"اے خوبصورت، سجے ہوئے دولھا۔۔۔اے دولھا
آج تیرے دروازے پر باجا بج رہا ہے۔۔۔اے دولھا
اے خوبصورت، سجے ہوئے دولھا
پیر فقیر تیری پشت پر ہیں۔۔۔اے دولھا
اے خوبصورت، سجے ہوئے دولھا
تیرا باپ بڑا سردار ہے۔۔۔اے دولھا
اے خوبصورت، سجے ہوئے دولھا
تیرا بھائی بڑا سردار ہے۔۔۔اے دولھا
اے خوبصورت، سجے ہوئے دولھا
تیری ماں بڑی خاتون ہے۔۔۔اے دولھا
اے خوبصورت، سجے ہوئے دولھا
خدا تیری جوانی ہمیشہ قائم رکھے۔۔۔ اے دولھا
اے سجے ہوئے خوبصورت دولھا"

## خوشیاں نتے نیاں

خوشیاں نتے نیاں سلطانا
وے ہمیشہ فتحیا پانا۔۔۔خوشیاں نتے نیاں
مہراج کیہڑے راہوں آیا۔۔۔خوشیاں نتے نیاں
مہراج باگو باگیں آیا۔۔۔خوشیاں نتے نیاں

خوشیاں نتے نیاں سلطانا
وے ہمیشہ فتحیا پانا۔۔۔خوشیاں نتے نیاں
مہراج کیہڑے گھوڑے آیا۔۔۔خوشیا نتے نیاں
مہراج سوہے گھوڑے آیا۔۔۔خوشیاں نتے نیاں
خوشیاں نتے نیاں سلطانا
وے ہمیشہ فتحیا پانا۔۔۔خوشیاں نتے نیاں
مہراج کیہڑا جوڑا لایا۔۔۔خوشیاں نتے نیاں
مہراج سچا جوڑا لایا۔۔۔خوشیاں نتے نیاں
خوشیاں نتے نیاں سلطانا
وے ہمیشہ فتحیا پانا۔۔۔خوشیاں نتے نیاں

" اے نوشاہ! آج ہمارے لئے ہمیشہ رہنے والی خوشی کا دن ہے
خدا تجھ کو ہمیشہ فتح نصیب کرے اور ہمیشہ رہنے والی خوشی دے
دولھا کون سے راستے سے آیا ہے (کہ اس کا آنا) ہمیشہ رہنے والی خوشی ہے
دولھا باغوں میں سے گذر کر آیا ہے۔ خدا اسے ہمیشہ خوشی دے
اے نوشاہ! آج ہمارے لئے ابدی مسرت کا دن ہے
خدا تجھے ہمیشہ کامیاب کرے اور پائدار خوشی دے
دولھا کونسے گھوڑے پر آیا ہے (کہ اس کا یہ آنا) ہمارے لئے ہمیشہ رہنے والی خوشی ہے
دولھا سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہے۔ خدا اسے ہمیشہ خوشی دے
اے نو شاہ! آج کا دن دائمی خوشی کا دن ہے
خدا تجھے ہمیشہ فتحمند کرے اور خوشیاں عطا فرمائے
دولھا نے کون سا جوڑا پہنا ہے کہ یہ چیز ہمیشہ کی خوشی کا باعث ہے
دولھا نے ریشمی جوڑا پہنا ہے خدا اسے ہمیشہ خوشی دے

اے نو شاہ! آج کا دن لازوال خوشی کا دن ہے"
خدا تجھے ہمیشہ فتح دے اور دائمی خوشی عطا فرمائے

## اُڑی اُڑی لنگ مہراجا

(جب بارات سسرال پہنچتی ہے تو جہاں خیر مقدم کے گیت گائے جاتے ہیں وہاں بعض اوقات گیتوں میں دولھا اور اس کے قریبی عزیزوں کا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے۔ ایسے گیتوں کو سٹھنیاں کہا جاتا ہے)

آڑی آڑی لنگ مہراجا۔۔۔نیواں لگا دروازہ
ھائے ھائے نی مینڈے اماں
مہراج لم سلما
آڑی آڑی لنگ مہراجا۔۔۔نیواں لگا دروازہ
ھائے ھائے نی مینڈے چاچی
مہراج کالی ڈاچی
آڑی آڑی لنگ مہراجا۔۔۔نیواں لگا دروازہ
مہراج بڑا مشٹنڈا
کوئی مارو اس کی ڈنڈا
آڑی آڑی لنگ مہراجا۔۔۔نیواں لگا دروازہ
مہراج کالا موھٹا
کوئی مارو اس کی سوٹا
آڑی آڑی لنگ مہراجا۔۔۔نیواں لگا دروازہ
مہراج تھن متھنا
کوئی مارو ھک گھسنا
آڑی ,آڑی لنگ مہراجا۔۔۔نیواں لگا دروازہ

"اے دولھا ذرا جھک کر گذر کیونکہ تیرے قد کے مقابلے میں ہمارا دروازہ نیچا ہے

ھائے ھائے ری میری ماں
یہ دولھا لمبا تڑنگا بے ڈھنگا ہے

اے دولھا ذرا جھک کر گذر کیونکہ ھمارا دروازہ اتنا اونچا نہیں

ھائے ھائے ری میری چچی

دولھا تو کالی آونٹنی کی طرح لمبا ھے

اے دولھا ذرا جھک کر گذر ھمارا دروازہ تیرے لئے کچھ نیچا ھے

دولھا تو بڑا مشٹنڈا دکھائی دیتا ھے

اس کے سر پر کوئی ایک ڈنڈا لگائے

اے دولھا ذرا جھک کر یہاں سے گذر کیونکہ ھمارا دروازہ کچھ نیچا ھے

مہراج جلی ہوئی لکڑی کی طرح کالا ھے

کوئی اس کو ایک لٹھ رسید کرے

اے دولھا اس دروازے سے ذرا جھک کر گذر کیونکہ یہ نیچا ھے

دولھا تو عجیب بے ڈول سا ھے

کوئی اس کے ایک گھونسہ دے

اے دولھا اس دروازے سے ذرا جھک کر گذر کیونکہ تیرے قد کے مقابلے میں نیچا ھے،،

## خیری آ مہراجا

خیری آ مہراجا---خیری نال آ

اپنی ماپئی تکنی راہ---خیری نال آ

اپنا سوھنا مکھ دکھا---خیری نال آ

خیری آ سہراجا---خیری نال آ

اپنیاں بھیناں تکنیاں راہ---خیری نال آ

اپنا سوھنا مکھ دکھا---خیری نال آ

خیری آ سہراجا---خیری نال آ

اپنیاں پھوپھیاں تکنیاں راہ---خیری نال آ

اپنا سوھنا مکھ دکھا---خیری نال آ

خیری آ سہراجا---خیری نال آ

اپنیاں ماسیاں تکنیاں راہ---خیری نال آ

اپنا سوھنا مکھ دکھا---خیری نال آ

خیری آ سہراجا۔۔۔خیری نال آ

”اے دولھا! بخیریت آ۔۔۔بخیریت آ

تیری ماں تیرا راستہ دیکھ رھی ہے۔۔۔بخیریت آ

اپنا پیارا چہرہ دکھا۔۔۔۔۔۔۔بخیریت آ

اے دولھا! بخیریت آ۔۔۔بخیریت آ

تیری بہنیں تیرا راستہ دیکھ رھی ھیں۔۔۔بخیریت آ

اپنا پیارا چہرا دکھا۔۔۔۔۔۔۔بخیریت آ

اے دولھا! آ بخیریت آ۔۔۔بخیریت آ

تیری پھوپھیاں تیرا راستہ دیکھ رھی ھیں۔۔۔ بخیریت آ

اپنا پیارا چہرا دکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بخیریت آ

اے دولھا! بخیریت آ۔۔۔بخیریت آ

تیری خالائیں تیرا راستہ دیکھ رھی ھیں۔۔۔بخیریت آ

اپنا پیارا چہرا دکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بخیریت آ

اے دولھا! بخیریت آ۔۔۔بخیریت آ“

## رنگ لایا رنگ لگا

رنگ لایا رنگ لگا سہراجے رنگ لایا

ھتھ سہراجے چھاپاں سوہن

تھیویاں جوڑ ملایا

سہراجے رنگ لایا

رنگ لایا رنگ لگا سہراجے رنگ لایا

بانھ لالے نیں کنگناں سوہے

چھلیاں جوڑ ملایا

سہراجے رنگ لایا

رنگ لایا رنگ لگا سہراجے رنگ لایا

گل لالے نیں جامہ سوہے

تنیاں جوڑ ملایا

سہراجے رنگ لایا

رنگ لایا رنگ لگا مہراجے رنگ لایا
سر لالے نیں پگڑی سوبھے
شملے جوڑ ملایا
مہراجے رنگ لایا
رنگ لایا رنگ لگا مہراجے رنگ لایا
پیر لالے نیں جتی سوبھے
تلے جوڑ ملایا
مہراجے رنگ لایا

"دولھا نے بڑا کام کیا ھے یہ کام خوب ھؤا دولھا نے بڑا کام کیا
دولہا کے ھاتھوں میں انگوٹھیاں سج رھی ھیں
نگینوں کا ان انگوٹھیوں سے خوب میل ھے
دولھا نے بڑا کام کیا ھے۔

دولھا نے بڑا کام کیا ھے یہ کام خوب ھؤا دولھا نے بڑا کام کیا
دولھا بھائی کی کلائی پر کنگن خوب لگ رھا ھے
اور اس کی انگوٹھیوں سے اُن کا اچھا میل ھے
دولھا نے بڑا کام کیا ھے

دولھا نے بڑا کام کیا ھے۔ یہ خوب ھؤا۔ دولھا نے بڑا کام کیا
دولھا بھائی کے جسم پر جوڑا خوب سج رھا ھے
سنہری تاروں کا اس جوڑے سے اچھا میل ھے
دولھا نے بڑا کام کیا ھے۔

دولھا نے بڑا کام کیا ھے۔ یہ کام خوب ھؤا۔ دولھا نے بڑا کام کیا
دولھا بھائی کے سر پر پگڑی خوب سج رھی ھے
پگڑی کے شملے کا اس سے اچھا میل ھے
دولھا نے بڑا کام کیا ھے۔

دولھا نے بڑا کام کیا ھے۔ یہ کام خوب ھؤا۔ دولھا نے بڑا کام کیا
دولھا بھائی کے پاؤں میں جوتی خوب سج رھی ھے
جوتی پر تلے کے کام کا نہایت خوب میل ھے
دولھا نے بڑا کام کیا ھے۔"

## سوہنے سہرے والیا

سوہنے سہرے والیا
سوہنے سہرے والیا
تینڈا سب توں وڈا مان---سہرے والیا
تینڈی سب توں اچی شان--سہرے والیا
سوہنے سہرے والیا
تینڈا بابل وڈا خان---سہرے والیا
تینڈی ماں بڑی پردھان--سہرے والیا
سوہنے سہرے والیا
تینڈا بھائیا نیک جوان--سہرے والیا
تینڈی گھر دی اچی شان--سہرے والیا
سوہنے سہرے والیا
تینڈا قائم رہے نشان---سہرے والیا
تینڈی چڑھی رہے کمان---سہرے والیا
سوہنے سہرے والیا

"اے خوبصورت سہرے والے
اے خوبصورت سہرے والے
آج تو سب سے زیادہ فخر کر سکتا ہے---اے سہرے والے
تیری شان سب سے زیادہ اونچی ہے---اے سہرے والے
اے خوبصورت سہرے والے
تیرا باپ بڑا خان ہے-------اے سہرے والے
تیری ماں بڑی پردھان ہے---اے سہرے والے
اے خوبصورت سہرے والے
تیرا بھائی ایک نیک نوجوان ہے--اے سہرے والے
تیرا گھرانا بڑی اونچی شان والا ہے-اے سہرے والے
اے خوبصورت سہرے والے
خدا کرے کہ تیرا نشان قائم رہے-اے سہرے والے
خدا کرے کہ تیری کمان چڑھی رہے-اے سہرے والے
اے خوبصورت سہرے والے

# ڈھولا

## ڈھولا

آچی ماڑی تے ددھ پئی رڑکاں
مینوں سارے ٹبر دیاں جھڑکاں
تدھ پچھے جھلنی آں ــ وے ڈھولا
ڈھول سکھناں
دل پردیسیاں دا راضی رکھنا

---

آوچی ماڑی تے بولے پیا سور وے
تینڈے باج نئیں کوئی ہور وے
چھڈ کے نہ جاویں مینوں ــ جیویں ڈھولا
دھول چن وے
لکھا اساں منیاں تو ھک من وے

---

بازار وکیندی اے ککڑی
وے میں سک کے ہو گئی لکڑی
غم تینڈا کھاوے ــ جیویں ڈھولا
ڈھول کملا
چٹی تینڈی پگڑی گلابی شملا

” ہمارا آونچا چوبارہ ہے جس میں بیٹھی ہوئی میں دودھ بلو رہی ہوں

تمام گھر والے مجھے (تیری محبت کی وجہ سے) جھڑکتے ہیں
میں ان جھڑکیوں کو تیری خاطر سہہ رہی ہوں اے میرے محبوب
اے پیارے محبوب
پردیس میں رہنے والے لوگوں کا دل راضی رکھنا چاہئے

---

ہمارا آونچا چوبارہ ہے جس میں خوبصورت سور بول رہا ہے۔
(سور کی آواز سن کر) مجھے خیال آتا ہے کہ تیرے سوا میرا اور کوئی بھی تو نہیں

اس لئے تم مجھے چھوڑ کر نہ جانا۔اے محبوب خدا تجھے زندہ رکھے

اے چاند کی طرح خوبصورت محبوب

میں نے تمہاری لاکھوں باتیں مانی ہیں تم میری ایک ہی بات مان لو

---

بازار میں ککڑی بکتی ہے۔

(اور میرا یہ حال ہے کہ میں محبوب کی جدائی میں) سوکھ کر لکڑی کی طرح ہو گئی ہوں

میرے یوں سوکھ جانے کا سبب تیرا غم ہے جو کھائے جا رہا ہے۔

اے میرے سادہ دل محبوب

تیری پگڑی سفید ہے لیکن اس سفید پگڑی کا شملہ گلابی ہے''

بازار وکیندی اے تروے

تینڈا کیہڑی گلی وچہ گھر وے

دل ساڈا پچھنا——————وے ڈھولا

ڈھول سجنا

ماہی دے نظارے کولوں کیویں رجنا

---

بازار وکیندی اے تر وے

ساڈہ لمی گلی وچہ گھرو ے

پیپل اے نشانی——————جیویں ڈھولا

ڈھول مکھناں

دل مسکیناں دا راضی رکھنا

---

میں اتھے تے ڈھول مانسہرے

مر گئی آں تے خون متھے تیرے

خونیں نیاں ضامناں ــــــــــ جیویں ڈھولا
ڈھول کملا
آچی تیری ماڑی تے پوالے بنگلا

''بازار میں تر[1] بک رہی ہے
اے محبوب بتا کہ تیرا گھر کونسی گلی میں ہے
(یہ میں نہیں پوچھ رہی ہوں بلکہ) میرا دل پوچھ رہا ہے اے محبوب
اے پیارے محبوب
کوئی شخص اپنے محبوب کے نظارے سے کب سیر ہو سکتا ہے

---

بازار میں تر بک رہی ہے
ہمارا گھر (گاؤں کی) لمبی گلی میں ہے۔
اور اگر تمہیں اس کا نشان چاہئے تو پیپل کے درخت سے پہچان سکتے ہو
اے میرے پیارے محبوب
غریب مسکین (یعنی عاشقوں کا) لوگوں کا دل خوش رکھنا چاہئے

---

میں تو یہاں ہوں لیکن (افسوس کہ) میرا محبوب مانسہرے چلا گیا ہے
اگر میں (جدائی کے غم میں) مر گئی تو میرا خون تمہاری گردن پر ہو گا
تو گویا میرے خون کا ضامن ہے ــ اے محبوب خدا تجھے زندہ رکھے
اے میرے بھولے بھالے محبوب
تیرا مکان اونچا ہے لیکن اسے اور اونچا لے جانے کے لئے اس کے اوپر بنگلہ بنوا دے''

بازار وکیندی اے برفی
سانوں لے دے نکی جئی چرخی

---

[1] تر ہماری زبان میں لمبی باریک ککڑیوں کو کہا جاتا ہے

دکھاں دیاں پونیاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وے ڈھولا
ڈھول ماھیا
تینڈے پچھے جندڑی نوں غم لایا

---

بازار وکیندیاں گندلاں
دن دس گئیوں پورے پندراں
مدتاں لائیاں نی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ھو ڈھولا
ڈھول مکھناں
دل پردیسیاں دا راضی رکھنا

---

میں اتھے تے ڈھول شان ڈھیری
تینڈے بتے وچہ جندڑی میری
بت کر سامنے۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔ھو ڈھولا
ڈھول چن وے
لکھاں اسا منیاں تو ھک من وے

''بازار میں برفی بک رہی ھے
مجھے ایک چھوٹا سا چرخہ لے کر دو (تا کہ میں بوقت ضرورت اسے کاتنے میں مصروف رھوں)
کاتنے کے لئے میری پوناں غموں کی ھونگی۔ یعنی میں جدائی کا غم اس طرح ٹالا کروں گی۔
اے میرے پیارے محبوب
میں نے تمہارے لئے اپنی زندگی کو روگ لگا لیا ھے۔

---

بازار میں سرسوں کی گندلیں (نئی کونپلیں) بک رھی ھیں
تو مجھے بتا گیا تھا کہ پورے پندرہ دن کے بعد آ جاؤنگا
لیکن تو نے تو واپس آنے میں مدتیں گزار دی ھیں۔۔اے محبوب
اے میرے پیارے (مکھن کا سا جسم رکھنے والے) محبوب

انسان کو دور بسنے والے لوگوں کی دلداری کرنی چاہئے۔

---

میں یہاں ہوں اور میرا محبوب ڈھیری شاہاں (ٹیکسلا کے قریب)
چلا گیا ہے
(اے محبوب) تیرے وجود میں روح میری ہی ہے۔
اپنا جسم میرے سامنے لا (یعنی دیدار سے سرفراز کر) اے میرے
پیارے محبو ب
اے میرے چاند کی طرح پیارے محبوب
میں نے تمہاری بے شمار باتیں مانی۔ ایک بات تو تم بھی میری
مان لو"

بازار وکیندیاں چوڑیاں
تدھ کھادیاں قسماں کوڑیاں
اساں سبے منیاں۔---------جیویں ڈھولا
ڈھول سجناں
ماھی دے نظارے کولوں کیویں رجنا

---

آچی ماری تے وچھ پھرے بھین وے
تینڈے باج نہ دل نوں چین وے
ڈاھڈا توں وساریا۔---------وے ڈھولا
ڈھول جانی
ساڈی گلی آویں تینڈی مہربانی

---

اساں روندیاں کڈھیاں راتاں
ماھی اساں توں نہ پچھیاں باتاں
لوکاں نال ھاسے---------وے ڈھولا
ڈھول ماھیا
تینڈے پچھے جندڑی نوں غم لایا

''بازار میں چوڑیاں بک رہی ھیں
اے محبوب تو نے جتنی قسمیں کھائیں سب جھوٹی تھیں
لیکن میں نے ان سب کو سچ مانا ھے ---خداتجھے زندگی دے
اے پیارے محبوب
کوئی شخص اپنے محبوب کے نظارے سے کیونکر سیر ھو سکتا ھے

---

ھمارا اونچا مکان ھے اور اس میں میری بہن پھر رہی ھے
(سب لوگوں کے باوجود) ایک تمہارے نہ ھونے سے دل کو چین نہں ھے۔
تو نے مجھے سخت بھلا دیا ھے --- اے پیارے محبوب
اگر تو ھماری گلی میں آئے تو تیری بہت مہربانی ھو گی

---

ھم نے تو روتے روتے راتیں بسر کی ھیں
لیکن ھمارے محبوب نے کبھی ھم سے دل کی بات نہیں پوچھی
البتہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ھنستا کھیلتا ھے۔
اے محبوب
اے چہیتے محبوب
ھم نے تمہاری خاطر اپنی جان کو روگ لگا لیا ھے''۔

میں اتھے تے ڈھول قصور وے
دل ڈاھڈا ھویا مجبور وے
مڑ کے آؤناں -------- جیویں ڈھولا
ڈھول چن وے
لکھاں اساں منیاں تو ھک من وے

---

بازار وکیندے تل وے
ساڈا اڑیا تینڈے نال دل وے

دل دیا راکھیا ---------- جیویں ڈھولا

ڈھول جانی

ساڈی گلی آویں تیری مہربانی

---

”میں یہاں ہوں اور میرا محبوب قصور میں بیٹھا ہؤا ہے
میرا دل بہت سخت مجبوری کے عالم میں ہے
تم واپس کب تک آؤ گے ------ خدا تمہیں سلامت رکھے
اے میرے چاند
ہم نے تمہاری لاکھوں مانی ہیں تو تم ایک ہی مان لو

---

بازار میں تل بکتے ہیں
ہمارا دل تمہارے ساتھ اٹکا ہوأ ہے۔
تم ہی اس دل کے رکھوالے ہو --- محبوب خدا تمہیں سلامت رکھے
اے پیارے دلدار
ہماری گلی میں آؤ تو تمہاری بڑی مہربانی ہو گی۔“

---

# ماهیا

ليله

گل گانی پائی رکھیئے
جدے نال نئیوں لائیے اکھیاں تے چائی رکھیئے

بھٹھیاں تے بھنا دانے
ساڈا دل نال تیرے، تیرے دل دی خدا جانے

گھاہ پٹی کپنی آں
لوکاں بھانے گھاہ کپنی راہ ماھئیے ناں تکنی آں

دو تاراں پتل دیاں
جدوں ماھی یاد آوے فریاداں نکلدیاں

مینہ وسیا اے کنڈھیاں تے
رب ساڈا فضل کرے پردیسی بندیاں تے

ہٹیاں تے پھیتا اے
سچ دس وے سجناں! کدی یاد وی کیتا اے

تساں کالے کالے او
اسی پردیسی چناں تسی وطناں والے او

اپنی گردن میں گانی (سونے کا ایک زیور) پہنے رکھیئے
جس سے محبت کیجئے۔ اُسے سر آنکھوں پر بٹھائے رکھنا چاھئیے

”بھٹی پر دانے بھناؤ

ہمارا دل تو تمہارے ساتھ ہے۔ تمہارے دل کی خدا جانے
کہ کس کے ساتھ ہے

---

میں گھاس کاٹ رہی ہوں
لوگوں کی نظر میں تو گھاس کاٹ رہی ہوں۔ لیکن حقیقت میں
محبوب کا راستہ دیکھ رہی ہوں۔

---

پیتل کے دو تار ہیں
جب بھی اپنے محبوب کی یاد آتی ہے بے اختیار فریاد کرنے
لگتی ہوں

---

بارش کناروں کناروں پر ہوئی ہے
خدا پردیس میں رہنے والے لوگوں پر اپنا فضل و کرم کرے۔

---

دکانوں پر فیتہ ملتا ہے۔
اے دلدار! سچ بتانا کبھی تم نے ہمیں یاد بھی کیا ہے

---

آپ سانورے سلونے ہیں
اے محبوب! ہم پردیسی لوگ ہیں اور تم اپنے دیس میں ہو،،

---

کوٹھے تے کاں بولے
خط آیا ماہی دا وچ ساڈا وی ناں بولے

---

حقہ چھکنے او دم لا کے
آنے دیاں کیھہ خوشیاں چلے وینے او غم لا کے

---

ھتھ جوڑا پکھیاں دا
نائے ساڈا ماھی لگدا نائے چانن اکھیاں دا

---

دو پتر اناراں دے
ساڈا دکھ سن کے چناں روندے پتھر پہاڑاں دے

---

کوئی ٹیشن گگناں ناں
سخی وے سنیناں ایں سیل کرا دے سجناں ناں

---

پانی وگنا کھل وپسی
نکی نکی دھخنی آں کدے بھانبڑ بل ویسی

---

کوئی جنڈیاں پھلائیاں نیں
اوہ ویلا یاد کرو جدوں قسماں پائیاں نیں

---

بیری نالوں لاہ سکلے
بوھے وچ تاں کھلی آں مت ماھی آ نکلے

---

"کوٹھے پر کوا بول رھا ھے
ھمارے محبوب کا خط آیا ھے جس میں ھمارا نام بھی بول رھا
ھے یعنی ھمارا بھی ذکر ھے

---

تم زور سے کش لگا کر حقہ پی رھے ھو
تمہارے آنے کی کیا خوشی کریں کیونکہ غم دے کر چلے
جاؤ گے

---

ھاتوں میں پنکھیوں کا جوڑا ہے
وہ ہمارا محبوب بھی ہے۔ اور ہماری آنکھوں کی روشنی بھی ہے۔

---

انار کے دو پتے ہیں
ہمارے غم کی داستان سن کر پہاڑوں کے پتھر بھی رونے لگتے ہیں

---

کوئی گگن کا ریلوے سٹیشن بھی ہے
وھاں سنتے ہیں کہ کوئی سخی مرد (بندہ خدا) ہے اے سخی مرد ہمیں اپنا محبوب ملوا دے

---

یہ بہتا ہوا پانی ٹھہر جائے گا
ابھی تو ذرا ذرا سلگ رہی ہوں لیکن کسی دن زور کا شعلہ بھڑک اٹھے گا

---

کہیں بیریوں اور پھلاھیوں کے درخت ہیں
اے دلدار! اس وقت کو یاد کرو جب تم نے وفا کی قسمیں کھائی تھیں

---

بیری کے چھلکے اتارو
میں دروازے میں اس لئے کھڑی ہوں کہ شاید کہیں میرا محبوب آ نکلے ''۔

---

دو پتر اناراں دے
ساڈے بنے آ بیٹھے کلبوتر یاراں دے

---

اسمانی ال ماھیا
لوکاں دیاں رووں اکھیاں ساڈا روندا اے دل ماھیا

---

کوٹھے توں آڈ کانواں
ماھی نال مل آواں برباد نہ ھو جاواں

---

کوٹھے تے آ ماھیا
دکھاں والی جندڑی اے ڈاھڈا روگ نہ لا ماھیا

---

کنکاں دے دانے نی
اسی پردیسی آں ساڈے دور ٹھکانے نی

---

موھنڈے تے کھیس پیا
ھک دم ماھیے ناں اوہ وی ٹر پردیس گیا

---

آٹے دے پیڑے نی
قسمت بھیڑی اے جس سجن نکھیڑے نی

---

کوئی کاں کاں ماھیا
دوراں دے سجناں نوں بھل جاندے ناں ماھیا

---

"انار کے درخت کے دو پتے ھیں
ھمارے مکان کی منڈیر پر ھمارے محبوب کے کبوتر آ بیٹھے ھیں

---

آسمان پر چیل اڑ رھی ہے
لوگوں کی تو آنکھیں روتی ھیں لیکن ھمارا دل روتا ہے

---

اے کوے! مکان کے اوپر اڑو (اور محبوب کے پاس جاؤ)
میں اپنے محبوب سے جا کر مل آؤں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ
تباہ و برباد ہو جاؤں

---

اے دلدار اپنے کوٹھے پر آؤ (اور ہمیں اپنا دیدار دو)
میری جان پہلے ہی دکھ درد سے تباہ ہے۔ ایک اور زبردست
روگ نہ لگا

---

گندم کے دانے ہیں
ہم پردیسی لوگ ہیں ہمارا وطن بہت دور ہے

---

میرے شانے پر کھیس پڑا ہؤا ہے
یہاں ایک محبوب کا دم تھا (جس سے مجھے کچھ اطمینان تھا)
اور اب وہ بھی پردیس چلا گیا ہے

---

آٹے کے پیڑے ہیں
ہماری قسمت ہی بری ہے جس نے محبوب سے جدا کر دیا ہے

---

کوئی کالے کالے کوے ہیں
دور کے رہنے والے دوستوں کو ایک دوسرے کے نام بھی
بھول جاتے ہیں"

---

کوئی کھکھڑی تل گئی آ
لکھاں جئی جندڑی وے ماھی پچھے رل گئی آ

---

کنکاں نی راھی ہوسی
ٹھنڈی ٹھنڈی واء جھلنی سجناں ولوں آئی ہوسی

---

کنکاں نیاں راھیاں نیں
خوش رہ ڈھولا ڈاھڈیاں توڑ نبھائیاں نیں

---

کوئی پھلی وے روانہہ نال اے
ڈر پیا لگنا اے یاری بے پروانہ نال اے

---

کہیں خربوزے تل رہے ہیں
میری نہایت قیمتی زندگی اپنے دلدار کے لئے تباہ ہو گئی ہے

---

گندم کی بوائی ہو گی
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے یقیناً محبوب کی طرف سے ہی ہو گی

---

گندم کی بوائی ہو رہی ہے
اے محبوب خوش رہو۔ تم نے کیا خوب محبت نبھائی ہے

---

روانہہ کے پودے کے ساتھ پھلی لگی ہے
بہت سخت ڈر آ رہا ہے کیونکہ بے پرواہ انسان سے دوستی ہو گئی ہے

---

# متفرق گیت

## چھوٹی لڑکیوں کا ایک گیت

آچا سوھنا بنگلہ
آتے میں کھلی
پھلاں کھڑیا باغ
وچہ پئی چنبا کلی
چنبا کلی نہ تروڑ ---------- ویر میرا مارو گا
ویر میرا سردار ---------- بہندا کرسی تے
بھابو مری پردھان ---------- بہندی آچے پیڑھے

میری بھابو پیڑھا آچا
میری بھابو جوڑا سچا
میں ھسدی ھسدی پایا
میں کھیڈن گئی گنوایا
میری بھابو پیراں کڑیاں پایاں

گھڑنے والا جیوے ---------- گھول پتاسے پیوے
" بلند خوبصورت بنگلا ہے جس کی چھت پر میں کھڑی ہوں
تمام باغ پھولوں سے بھرا ھوا ہے
اور ان پھولوں میں چمپا کلی بھی ہے
اس چمپا کلی کو مت توڑنا -- نہیں تو میرا بھائی تمھیں مارے گا
میرا بھائی بڑا سردار ہے -- وہ کرسی پر بیٹھتا ہے
میری بھابی بڑی پردھان ہے --- وہ آونچے پیڑھے پر بیٹھتی ہے
میری بھابی کا پیڑھا آونچا ہے
میری بھابی کا جوڑا ریشمی ہے
میں نے نہایت خوشی سے جوڑا پہنا
یہی جوڑا پہنے ہوئے میں کھیلنے چلی گئی اور اسے خراب کر دیا
میری بھابی نے میرے پاؤں میں چاندی کی کڑیاں ڈالیں
خدا کرے ان کڑیوں کا بنانے والا زندہ رہے

اور ہمیشہ بتاشے گھول گھول کر شربت پیا کرے''۔

## چوڑی والی کا گیت

گلی گلی ونگیارن پھر دی
ونگاں لو چڑھا ۔ ۔ ۔ ۔ نی کڑیو ۔ ۔ ۔ ونگاں لو چڑھا
کوٹھے تے چڑھ ہو کے ماراں
ساڈی گلی دار آ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ونگیارئیے ۔ ۔ ۔ ۔ ساڈی گلی دار آ
ونگاں میریاں رنگ برنگیاں
کڑیاں سدھراں دے نال منگیاں
نی کڑیو ونگاں لو چڑھا
کوٹھے تے چڑ ہو کے ماراں
ساڈی گلی دار آ ۔ ۔ ۔ ۔ ونگیارئیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ساڈی گلی دار آ
ونگاں میریاں چھن چھن بولن
دم دم دل دیاں گھنڈیاں کھولن
نی کڑیو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ونگاں لو چڑھا
کوٹھے تے چڑھ ہو کے ماراں
ساڈی گلی دار آ ۔ ۔ ۔ ۔ ونگیارئیے ۔ ۔ ۔ ۔ ساڈی گلی دار آ
ونگاں میریاں لہراں بہراں
پھر دی آں میں پئی شہراں شہراں
نی کڑیو ۔ ۔ ۔ ۔ ونگاں لو چڑھا

''چوڑیاں بیچنے والی گلی گلی پھر رہی ہے
اور یہ آواز لگا رہی ہے کہ لڑکیو ! چوڑیاں چڑھا لو
میں اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کو زور سے آواز دیتی ہوں
اے چوڑیاں بیچنے والی! ہماری گلی کی طرف بھی آ۔ ہماری گلی کی طرف بھی آ
چوڑیاں بیچنے والی آواز لگاتی ہے کہ میری چوڑیاں رنگا رنگ کی ہیں
لڑکیاں بڑے چاؤ سے میری چوڑیاں مانگتی ہیں

اے لڑکیو! چوڑیاں چڑھا لو
میں اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر آواز دے رہی ہوں
اے چوڑیاں بیچنے والی ! ہماری گلی کی طرف بھی آ۔ ہماری گلی کی طرف بھی آ
چوڑیاں والی آواز لگاتی ہے کہ میری چوڑیاں چھنا چھن بولتی ہیں
ان کی جھنکار سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے
اے لڑکیو! آؤ اورچوڑیاں چڑھا لو
میں مکان کی چھت پر چڑھ کر زور سے آواز لگاتی ہوں
ہماری گلی کی طرف آ۔۔۔۔۔او چوڑیوں والی۔۔۔ ہماری گلی کی طرف بھی آ
چوڑیاں بیچنے والی آواز دیتی ہے۔ میری چوڑیاں لہر بحر ہیں
اور میں انہیں بیچتی ہوئی شہر بشہر پھر رہی ہوں
اے لڑکیو! آؤ اور چوڑیاں چڑھا لو"

## امبے ناں بوٹا

امبے ناں بوٹا اساں پانی دئیی پالیا
امب تروڑے لوکاں اساں کوڑا جفر جالیا

راتیں دنیں سانوں تہاڑا خیال اے
تیرے باج سجناں او جینا محال اے
تیری جدائی ساڈا تن من گالیا

امبے ناں بوٹا اساں پانی دئیی پالیا
امب تروڑے لوکاں اساں کوڑا جفر جالیا

آساں تے آمیداں سبے مکی گئیاں نیں
دلے نیاں سدھراں دلے وچہ رھیاں نیں
ظالم لوکاں اگ دا بھانبڑ بالیا

امبے ناں بوٹا اساں پانی دئیی پالیا
امب تروڑے لوکاں اساں کوڑا جفر جالیا

"آم کا پودا ہم نے پانی دے دے کر نہایت محنت سے پالا ہے (اور جب یہ پودا آم دینے لگا) تو دوسروں نے آم توڑے اور ہماری محنت بالکل اکارت گئی

ہمیں رات دن تیرا ہی خیال رہتا ہے
اور تیرے بغیر محبوب ہمارا جینا محال ہے
تیری جدائی نے ہماری جان اور ہمارے جسم کو
نڈھال کر دیا ہے۔

آم کا پودا ہم نے پانی دے دے کر نہایت محنت سے پالا ہے لیکن وقت آنے پر آم تو لوگوں نے توڑ لئے اور ہماری محنت اکارت گئی

تمام آسیں اور امیدیں ختم ہو گئی ہیں
دل کی جو باتیں تھیں دل ہی میں رہ گئی ہیں
ظالم لوگوں نے ہمارے سر پر آگ کے شعلے جلائے
ہیں

آم کا پودا ہم نے نہایت محنت سے پانی دے دے کر پالا ہے لیکن وقت آنے پر آم تو لوگوں نے توڑ لئے اور ہماری محنت اکارت گئی"

## گاڈی دیاں واگاں موڑ

گاڈی دیاں واگاں موڑ جھلیا۔۔ دل دی گھنڈی کھول
گاڈی دیاں واگاں موڑ
گاڈی بنائی آ رانگلی ـــ ـــ ـــ پہلے پھیرے دی ڈور جھلیا
گاڈی دیاں واگاں موڑ
گاڈی دیاں واگاں موڑ جھلیا۔۔ گاڈی دیاں واگاں موڑ
یاری لائیے تے توڑ نبھائیے۔۔ سنگ نہ دئیے چھوڑ جھلیا
گاڈی دیاں واگاں موڑ
گاڈی دیاں واگاں موڑ جھلیا۔۔ گاڈی دیاں واگاں موڑ

بول پپیہا رانگلا وے -- بول سجن دے کول
گڈن دیاں واگاں موڑ

گاڈی دیاں واگاں موڑ جھلیا -- گاڈی دیاں واگاں موڑ !

" اپنی گاڑی (یہاں گھوڑا گاڑی یا بیل گاڑی مراد ہے) کی باگیں موڑ او دیوانے دل کو آسودہ کر -- گاڑی کی باگیں موڑ
تو نے گاڑی نہایت رنگ رنگیلی بنائی ہے -- اس کے پہیوں کو پیلا رنگ دیا ہے - او دیوانے اپنی گاڑی کی باگیں موڑ !
اپنی گاڑی کی باگیں موڑ او دیوانے - اپنی گاڑی کی باگیں موڑ !
اگر انسان کسی سے دوستی کرے تو اسے آخر تک نبھائے۔ راستے ہی میں ساتھ نہ چھوڑ دینا چاہئے او دیوانے! -- گاڑی کی باگیں موڑ !
اپنی گاڑی کی باگیں موڑ او دیوانے ! -- اپنی گاڑی کی باگیں موڑ
اے رنگیلے پپیہے تو بھی اپنی اچھی آواز سے بول اور بول بھی ہمارے محبوب کے پاس
گاڑی کی باگیں موڑ
گاڑی کی باگیں موڑ -- او دیوانے ! گاڑی کی باگیں موڑ ! "

## هر دم رانجھا وسنا

هر دم رانجھا وسنا -- اوہ -- دلاں نیں نیہڑے
حال پیارے دسنا -- اوہ پار جھناواں ڈیرے
آچیاں لمیاں کندھاں رکھائیاں وچہ رکھائے آلے
جنہاں سجناں نیہاں بدیاں لگیاں مرنا آنہاں نالے
---- اوہ

هر دم رانجھا وسنا -- اوہ -- دلاں نیں نیہڑے
پاریں میرے گوھے چنینی آں لوک آکھے مستانی
نہ مستانی نہ دیوانی لگی یاراں نی کانی
---- اوہ
هر دم رانجھا وسنا -- او -- دلاں نیں نیڑے

چنبے نی ٹہنی بھوچھن اُڑیا رانجھے آن چھڑایا
جس رانجھے ناں مان کرینی ایں اوہ رانجھا پتر پرایا
اوہ ـ ـ ـ ـ ـ

ہر دم رانجھا وسنا ـ ـ اوہ ـ ـ دلاں نیں نیہڑے

''رانجھا ہر وقت میرے دل کے قریب بستا ہے
میں اپنے دل کا حال اپنے پیارے کو بتاؤں گی جو دریا کے پار بستا ہے
ہم نے مکان کی اونچی اور لمبی دیواریں بنوائی ہیں اور ان میں طاق رکھوائے ہیں
جس دلدار کی ہم پر تہمت لگی ہے ہم تو اسی کے ساتھ جئیں مریں گے
رانجھا ہر وقت میرے دل کے قریب بستا ہے
میں گاؤں سے باہر کھیتوں میں اپلے چن رہی ہوں اور لوگ مجھے مستانی سمجھتے ہیں
میں نہ تو مستانی ہوں نہ دیوانی ہوں ، البتہ دوستی کی چوٹ کھائے ہوئے ہوں
رانجھا ہر وقت میرے دل کے نہایت قریب بستا ہے
چنبیلی کی شاخ سے میرا دوپٹہ اُلجھ گیا تو رانجھے نے آ کر اسے علیحدہ کیا
(اے پگلی) تو جس رانجھے پر اتنا ناز کر رہی ہے وہ تو بیگانہ ہے
ہر وقت رانجھا میرے دل کے نہایت قریب بستا ہے''۔

## بانکیا وے ماھیا

بانکیا وے ماھیا مری گئی آں وراگے نال
اس گلوں رونی آں ماھی کدی نہ پچھیا حال

بازار وکیندی اے برف[1]
سانوں لے دے تکی جئی چرخی
دکھاں نیاں پونیاں وے ڈھولا
دکھاں نیاں پونیاں وے مری گئی آں وراگے نال
بانکیا وے ماھیا مری گئی آں وراگے نال
بازار وکیندیاں گندلاں
دس گیئوں دھاڑے پندراں
مدتاں لائیاں ھو ڈھولا
مدتاں لائیاں وے مری گئی آں وراگے نال
بانکیا وے ماھیا مری گئی آں وراگے نال
اس گلوں رونی آں ماھی کدے نا پچھیا حال

---

[1] اس گیت میں ڈھولا کے بعض بول ملا کر گایا جاتا ھے۔

اے میرے بانکے محبوب میں تیرے فراق میں مر رہی ہوں اور روتی اس لئے ہوں کہ میرے محبوب نے کبھی میرا حال نہ پوچھا

بازار میں برفی بک رہی ہے
ہمیں ایک چھوٹا سا چرخہ لے کر دو
اس چرخے پر ہم دکھوں کی پونیاں کاتیں گے

دکھوں کی پونیاں ! اے محبوب میں تمہاری فراق میں مر رہی ہوں اے میرے بانکے محبوب میں تیرے فراق میں مری جا رہی ہوں

بازار میں سرسوں کی کونپلیں بک رہی ہیں
اے محبوب تم پندرہ دن کا بتا کر گئے تھے
اور پندرہ دن کی بجائے تم نے مدتیں ہی گزار دیں

تم نے مدتیں ہی گزار دیں اور میں فراق کے مارے مری جا رہی ہوں

اے میرے بانکے محبوب میں تو جدائی میں مر رہی ہوں اور روتی اس لئے ہوں کہ محبوب نے کبھی میرا حال نہ پوچھا"

## ماھی میلے چناں وے

ماھی میلے چناں وے - - - - - تہاڑا چاننا رانجھن میلے
سنی سوھڑی دھخنی
بل بل نکلے دھوں
خوش وسے اوہ ویہڑا
جتھے مسافر توں
ماھی میلے چناں وے - - - - - تہاڑا چاننا رانجھن میلے
اچی ڈھکی گھر
اگے ماھئے نی جاگیر
ماھی تے پردیس گیا
میں رہنی آں دلگیر
ماھی میلے چناں وے - - - - - تہاڑا چاننا رانجھن میلے

۱ کوٹھے تے کھلوتی آں
تلی بھری نسوار
رس کے رس کے بولئے
بھٹ پردیسی یار

ماھی میلے چناں وے ------ تمھاڑا چاننا رانجھن میلے

" اے چاند محبوب کے ملنے سے خوشی ہوتی ھے خدا کرے تیری چاندنی میں محبوب سے ملاقات ھو

میں گیلے اُپلے کی طرح سلگ رھی ھوں
اور بل کھاتا ھوا دھواں نکل رھا ھے
خدا کرے وہ صحن ھمیشہ بستا رھے
جس میں تو مقیم ھے

اے چاند ! محبوب کے ملنے سے خوشی ھوتی ھے۔ خدا کرے تیری چاندنی میں اُس سے ملاقات ھو

اُونچی ڈھلوان پر ھمارا گھر ھے
اور اس سے آگے محبوب کی جاگیر ھے
محبوب پردیس چلا گیا ھے
میں یہاں مغموم رھتی ھوں

اے چاند ! محبوب کے ملنے سے خوشی ھوتی ھے۔ خدا کرے تیری چاندنی میں اس سے ملاقات ھو

میں اپنے گھر کی چھت پر کھڑی ھوں
میری ھتھیلی میں نسوار بھری ھے

پردیسی محبوب سے ھمیشہ کھچ کر بولنا چاھیئے کیونکہ وہ اچھا نہیں ھوتا

اے چاند ! محبوب کے ملنے سے خوشی ھوتی ھے۔ خدا کرے تیری چاندنی میں اس سے ملاقات ھو۔

## لوک تاں دینے طعناں

لوک تاں دینے طعناں

توں جلیا ایں نوکری - - - - - پچھے سکی گیسی پھلاں نی ٹوکری
ماھی مجوری نیئوں جانا
لوک تاں دینے طعناں

تکی ماڑھی لوڑ نہ کوئی - - - - - ہٹی گئی تے تکی کیڑ نہ ھوئی
کس گلے خوشیاں ماناں
لوک تاں دینے طعناں

ونجھلی کہاڑی گھن کے ماھی - - - - ڈھکیوں لئی تے ھوئی گیا راھی
ماھی نوکری کرے بہانا
لوک تاں دینے طعناں

"لوگ تو طعنے دے رہے ھیں

اے محبوب تو نوکری پر جا رہا ھے اور میری جوانی جو پھولوں کی ٹوکری طرح ھے تیرے فراق میں مرجھا جائے گی

پیارے تجھے مزدوری پر جانا چاھیئے
لوگ طعنے دیتے پھریں گے

تجھے میری قطعاً ضرورت نہیں ھے۔ میں تباہ و برباد ھو گئی ھوں لیکن تجھے کچھ خبر نہیں ھے

آخر میں کس بات پر خوشیاں مناؤں
لوگ تو مجھے طعنے دے رہے ھیں

اپنی لاٹھی اور کلہاڑی لے کر محبوب پہاڑ کی ڈھلانوں سے نیچے اترتا ھوا چلا گیا ھے

اس نے جانے کا بہانا یہ کیا ھے کہ ملازمت کی مجبوری ھے لیکن سب لوگ تو مجھے طعنے دئے جا رہے ھیں" ۔

## دو تارے چمکن رانجھنا

دو تارے چمکن رانجھنا رنگ محلاں نی باڑی
دو ایسے چمکن رانجھنا جیویں لالاں نی جوڑی

دو تارے چمکن رانجھنا

میں پینگ چڑھی آں رانجھنا  مینڈی کھوجے بانہہ مروڑی
تدہ کیوں مروڑی کھوجیا  نیئوں نیئیں لگدا اے زوری

دو تارے چمکن رانجھنا

نیئوں آپے لکسی رانجھنا  کوئی چوری کوئی زوری
میں نکی میانی رانجھنا  لال پیا میری جھولی

دو تارے چمکن رانجھنا

ھک نوکر رکھ دے رانجھنا  ھک نائے رکھ دے گولی
میں چانوں سکھیاں رانجھنا  تے دیوں سکھی آں لوری

دو تارے چمکن رانجھنا
رنگ محلاں نی باڑی

" اے رانجھا! رنگین محلات کے صحن میں دو ستارے چمک رہے ہیں یہ دو ستارے ایسے چمک رہے ہیں جیسے لعلوں کی جوڑی چمکتی ہو

اے رانجھا! دو ستارے چمک رہے ہیں

اے رانجھا میں جھوے پر جھولنے لگی تو کھوجے (دکاندار کے نوجوان لڑکے) نے میرا بازو مروڑا

اے کھوجے! تو نے میرا بازو کیوں مروڑا؟ محبت زبردستی تو نہیں ہو سکتی

اے رانجھا! دو ستارے چمک رہے ہیں

محبت تو خود بخود ہوتی ہے پیارے رانجھا کبھی زبردستی کبھی چوری- میں چھوٹی عمر کی لڑکی تھی لیکن اسی چھوٹی عمر میں خدا نے مجھے بیٹا دیا

اے رانجھا! دو ستارے چمک رہے ہیں

اے رانجھا! مجھے ایک ملازم رکھ کر دے اور ایک نوکرانی بھی

میں فارغ رہوں اور اپنی سکھیوں کو گود میں لوں اور انہیں

محبت سے لوریاں دیا کروں

اے رانجھا ! رنگین محلات کے صحن میں دو ستارے چمک رہے ہیں“۔

## چن ماڑھا چڑھیا

چن ماڑھا چڑھیا آپر راجوری بنی جائیاں پکھروں تے ملی جایاں چوری
جگ دھوماں پیاں چناں ھن کاھدی چوری

چن ماڑھا چڑھیا آپر ریاسی مٹھی مٹھی پیڑھ چناں نالے بہتی اداسی
بڑی او اداسی چن راجیا

چن ماڑھا چڑھیا ڈھکیاں میں اوھلے ڈھائی چھوڑو ڈھکیاں چن ماڑھا بولے
چناں جی کدی کول وسیو

چن جی پانئے نی بھری او رکابی لکھی چھوڑو چٹھیاں پہنچ شتابی
چناں جی کدی کول وسیو

چن جی پکے ناں بھر یا کلاوا لنگی گیا دشمن چناں دا بھلاوا
چناں جی کدی کول وسیو

بجنی اے مرلی تے اوھلے چناراں او پی پی پپیھا بولے آپر پھاڑاں او
چناں جی کدی کول وسیو

”میرا چاند راجوری[1] کی پہاڑیوں پر نمودار ہوا ہے

اے چاند تو ایک پرندہ بن جا اور چوری چوری آ کر مجھ سے مل جا

اس محبت کا تو ایک دنیا میں چرچا ہے اب چوری کاہے کی

میرا چاند ریاسی[2] کی پہاڑیوں پر نمودار ہوا ہے۔ ایک میٹھا میٹھا درد دل میں اٹھ رہا ہے اور طبیعت بہت زیادہ اداس ہے

بہت زیادہ اداسی چھائی ہے اے میرے چاند راجا

میرا چاند پہاڑوں کی چوٹیوں کی اوٹ میں نمودار ہوا ہے۔ کوئی ان چوٹیوں کو گرا دے تاکہ میرا چاند مجھ سے گفتگو کر سکے

اے میرے پیارے چاند کبھی میرے قریب بھی آ کر بسو

اے پیارے چاند اب رکابی پانی سے بھری ہے (یعنی پیمانہ صبر

---

1 و 2 آزاد کشمیر کے مقامات ۔

لبریز ہو رہا ہے) اسے چٹھی لکھ کر بھیج دو تاکہ جلدی یہاں پہنچ جائے

اے میرے پیارے چاند آ کبھی تو میرے قریب بھی آ کر بسو

اے چاند میں نے ستوں کا پوار کلاوا بھرا ہوا ہے۔ قریب سے دشمن گزر گیا اور مجھے اپنے محبوب کا دھوکا ہوا

اے میرے پیارے چاند! کبھی میرے قریب بھی آ کر بسو

بانسری چناروں کی اوٹ میں بج رہی ہے۔ پپیہا پہاڑوں کے اوپر پی پی بول رہا ہے

اے میرے پیارے چاند! کبھی میرے قریب بھی آ کر بسو"۔

## ماڑھے بانکو نیاں چاچواں

بنگلانی آں سچ او ---------- ماڑھے بانکونیاں چاچواں

آپوں جاناں ایں نوکری چاکری
اساں کی دینا ایں کھرپا داتری
کھانے کی دینا ایں ٹوڈھا تے ماکڑی
آپوں کھانا ایں بھت او
ماڑھے بانکونیاں چاچواں

بنگلانی آں سچ او---------- ماڑھے بانکونیاں چاچواں

بھانڈے مانجھنی چنگی نئیں لگنی
روٹی پکانیاں چنگی نئیں لگنی
نوکر چاکر رکھ او
ماڑھے بانکو نیاں چاچواں

بنگلانی آں سچ او ----------. ماڑھے بانکونیاں چاچواں

لوکاں نیں جا تک کچا لو گھنی لنگنے
ساڑھے وی دکھی آنہاں کج منگنے
تہاڑا نہ رھی گیا ککھ او
ماڑھے بانکو نیاں چاچواں

بنگلانی آں سچ او ---------- ماڑھے بانکونیاں چاچواں

---

3 - دونوں بازؤں کا پورا پھیلاؤ

4 - پہاڑی علاقے میں باپ کو چاچا کہہ کر بھی پکارتے ھیں

میں بالکل سچی فریاد کر رہی ہوں اے میرے بانکے بیٹے کے ابا
خود تو تو نوکری چاکری پر چلا جاتا ہے
اور ہمیں کھرپا اور درانتی دے کر چھوڑ جاتا ہے
کھانے کے لئے ہمیں نہایت کھردری اور سخت قسم کی خوراک دیتا ہے اور خود چاول کھاتا ہے
اے میرے بانکے لال کے ابا
میں فریاد کرنے میں بالکل حق بجانب ہوں اے میرے بیٹے کے باپ
میں برتن مانجھتے ہوئے اچھی نہیں لگتی ہوں
میں روٹی پکاتے ہوئے اچھی نہیں لگتی ہوں
تم ان کاموں کے لئے نوکر چاکر رکھ لو
اے میرے بانکے بیٹے کے ابا
میں بجا طور پر رو پیٹ رہی ہوں اے میرے بانکے لال کے ابا
لوگوں کے بیٹے ہمارے دروازے کے سامنے کچالو (لزیذ چیزیں) لے کر گزرتے ہیں
ہمارے بچے انہیں دیکھ کر کچھ کھانے کو مانگتے ہیں
جب یہ حال ہے تو سمجھ لو کہ تمہاری عزت کا دیوالہ نکل گیا
اے میرے بانکے بیٹے کے ابا
میں تو بالکل سچی رو پیٹ رہی ہوں۔ اے میرے بانکے بیٹے کے ابا

## دو گانا

(میانوالی کی بولی میں)

مرد:- کالا شاہ بدلا وس نہ توں ساڈے ڈیس
عورت:- اجے تک ماہی ساڈا پیا راھندا اے پردیس
پچھی وچ پئی گانی
ھائے ڈر گیا دل دا جانی

کالا شاہ بدلا وس نہ توں ساڈے ڈیس
اجے تک ماھی ساڈا پیا راھندا اے پردیس

م :- دل وچ وجیاں سانگاں
ساکوں لگیاں تاھنڈیاں تانگاں
کالا شاہ بدلا وس نہ توں ساڈے ڈیس
اجے تک ماھی ساڈا پیا راھندا اے پردیس

ع :- کوئی پیار دی پائی پھاھی
آوے ماھی تے مکے جدائی
کالا شاہ بدلا وس نہ توں ساڈے ڈیس
اجے تک ماھی ساڈا پیا راھندا اے پردیس

م :- کوئی نہ سندا باتاں
تاھنڈے باج نہ لنگھدیاں راتاں
کالا شاہ بدلا وس نہ توں ساڈے ڈیس
اجے تک ماھی ساڈا پیا راھندا اے پردیس

دونوں :- رب وت تیں کول وساوے
ساکوں خیری فیر ملاوے
کالا شاہ بدلا وس نہ توں ساڈے ڈیس
اجے تک ماھی ساڈا پیا راھندا اے پردیس

مرد :- "اے گھنگور کالی گھٹا ! تو ھمارے وطن میں نہ برس
عورت :- ابھی تک ھمارا دلدار پردیس میں ھے (اور اس کی جدائی میں برسات کا کیا لطف)

ٹوکری میں گانی[1] پڑی ھے
ھائے میرے دل کا پیارا یہاں سے چلا گیا ھے
اے گھنگور کالی گھٹا ! ھمارے وطن میں نہ برس
کیونکہ ابھی تک ھمارا محبوب پردیس میں ھے

---

۱- ایک زیور کو بھی کہتے ھیں اور موتیوں کی ان لڑیوں کو بھی جو شادی کے قریب دولھا اور دلھن کی کلائی کے گرد باندھی جاتی ھیں

م :- میرے دل پر چوٹیں لگنے کی آواز آ رہی ہے
همیں تمہاری محبت کی از حد لگن ہے
اے گھنگور کالی گھٹا ! ہمارے وطن پر نہ برس
کیونکہ ابھی تک میرا محبوب پردیس میں ہے

ع :- محبت کی پھانسی میری گردن میں پڑی ہے
کاش میرا محبوب آئے تو جدائی کا زمانہ ختم ہو
اے گھنگور کالی گھٹا ! تو ہمارے وطن میں نہ برس
کیونکہ ابھی تک ہمارا محبوب پردیس ہی میں ہے

م :- کوئی ہمارا بات تک نہیں سنتا
اے محبوب تیرے بغیر ہماری راتیں نہیں کٹتیں
اے گھنگور کالی گھٹا ! ہمارے وطن میں نہ برس
کیونکہ ابھی تک ہمارا محبوب پردیس سے واپس نہیں آیا

دونوں :- خدا کرے کہ تو از سر نو اپنے گھر میں آ کر آباد ہو
اور ہمارا ملاپ بخیریت ہو
اے گھنگور کالی گھٹا ! تو ابھی ہمارے وطن میں نہ برس
کیونکہ ابھی تک ہمارا محبوب پردیس میں ہے

## لٹی ہیر دلاں دی

لٹی ہیر دلاں دی - - - - - - - - حال وے ربا
میں ماری تیری غماں دی - - - - حال وے ربا
کالیا ہرناں باگیں چرناں
سنگھ تیرے سلائیاں
انہاں سنگھاں کیہہ کج لکھیا
تتر تے مرغائیاں
لٹی ہیر دلاں دی - - - - - - - - حال وے ربا
میں ماری تیری غماں دی - - - - حال وے ربا
باگے وچ اے سبزی بوٹی
بوٹی لائیاں دھو کھاں

دلاں دیاں رب صاحب جانے
تسی کی جانن لوکاں
لٹی هیر دلاں دی---------حال وے ربا
میں ماری تیریاں غماں دی-----حال وے ربا
ادھر آواں آدھر جاواں
راہ وچ جگاتی
دلاں منّاں نیں سودے ہوئے
کوئی نہ پچھیاں واتی---لٹی ھیر دلاں دی
"میرے دل کی ھیر لٹ گئی ھے---------فریاد ھے اے خدا
میں تیرے غموں کی ماری ھوئی ھوں-----فریاد ھے اے خدا
اے سیاہ ھرن جو باغ میں چر رہا ھے
تیرے سینگ سلائیوں کی طرح لمبے اور باریک ھیں
تیرے ان سینگوں پر کیا کچھ لکھا ھے
تیتر اور مرغابیاں
میرے دل کی ھیر لٹ گئی ھے---------فریاد ھے اے خدا
میں تیرے غموں کی ماری ھوئی ھوں-----فریاد ھے اے خدا
باغ میں سبز بوٹیاں آگی ھوئی ھیں
ان بوٹیوں کو دیکھ کر انسان دھوکا کھا جاتا ھے
دل کی باتیں تو ایک خدا ھی جانتا ھے
اے لوگو تم کیا جان سکتے ھو
میرے دل کی ھیر لٹ گئی ھے---------فریاد ھے اے خدا
میں تیرے غموں کی ماری ھوئی ھوں-----فریاد ھے اے خدا
ادھر آتی ھوں ادھر جاتی ھوں
راستے میں مخلوق خدا ھے
یہ تو دلوں کے سودے ھوئے ھیں
محبت کوئی پوچھ کر تو نہیں ھوتی---میرے دل کی ھیر لٹ گئی ھے

## اوہ پیاں دسنیاں ڈھوکاں

اوہ پیاں دسنیاں ڈھوکاں پاریں ضلعے نیاں
اوھا کریساں جھڑیاں ماھی نیں دلے نیاں
قربان سوائیں نیاں پانیاں
جتھے میل سجن دا ھویا
اوہ پیاں دسنیاں ڈھوکاں پاریں ضلعے نیاں
اوہ کریساں جھڑیاں ماھی نیں دلے نیاں
قربان سوائیں نیاں وٹیا
دل لا کے اساں کیہہ کھٹیا
اوہ پیاں دسنیاں ڈھوکاں پاریں ضلعے نیاں
اوھا کریساں جھڑیاں ماھی نیں دلے نیاں
قربان سوائیں نی ایں ریتو
کوئی بندہ ملے گھر بھیتو
اوہ پیاں دسنیاں ڈھوکاں پاریں ضلعے نیاں
اوھا کریساں جھڑیاں ماھی نیں دلے نیاں

"وہ سامنے دوسرے ضلع کی نواحی بستیاں دکھائی دے رہی ھیں
میں تو وھی کرونگی جو کچھ میرے محبوب کے دل کی باتیں ھونگی
اے سواں کے پانی میں تجھ پر قربان جاؤں
کیونکہ تیرے کنارے ھی میرا اپنے دوست سے ملاپ ھوا
وہ سامنے دوسرے ضلع کے نواحی بستیاں دکھائی دے رھی ھیں
میں تو وھی کچھ کرونگی جو کچھ میرے محبوب کی مرضی ھو گی
اے سواں کے پتھر میں تیرے صدقے جاؤں
میں نے دل لگا کر کیا پایا ھے
وہ سامنے دوسرے ضلع کی مضافاتی بستیاں نظر آ رھی ھیں
میں تو وھی کچھ کرونگی جو میرے محبوب کے دل کی بات ھوگی
اے سواں کی ریت میں تجھ پر واری جاؤں
کوئی ایسا شخص ملے جو ھمراز ھو (تاکہ اس سے دل کی بات کھوں)

وہ سامنے دوسرے ضلع کی نواحی بستیاں نظر آ رہی ہیں
میں تو وہی کچھ کرونگی جو میرے ماہی کا منشا ہو گا"

## ساڈے ویہڑے آ ماهیا

ساڈے ویہڑے آ ماهیا ---------- ساڈے ویہڑے آ
ساڈے ویہڑے حقہ تماکو
چھک کے سوٹا لا ماهیا
ساڈے ویہڑے آ ماهیا
ساڈے ویہڑے آ ماهیا ---------- ساڈے ویہڑے آ
ساڈے ویہڑے ناراں ناں بوٹا
نار تروڑن آ ماهیا
ساڈے ویہڑے آ ماهیا
ساڈے ویہڑے آ ماهیا ---------- ساڈے ویہڑے آ
ساڈے ویہڑے ٹھڈرا پانی
پانی پیون آ ماهیا
ساڈے ویہڑے آ ماهیا
ساڈے ویہڑے آ ماهیا ---------- ساڈے ویہڑے آ
کھوہ اساڈا کیکراں نیں اوہلے
گھڑا چاون آ ماهیا
ساڈے ویہڑے آ ماهیا
ساڈے ویہڑے آ ماهیا -------- ساڈے ویہڑے آ

"اے محبوب ہمارے گھر پر بھی آ ----- ہمارے صحن میں بھی آ
ہمارے گھر میں حقہ اور تمباکو رہتا ہے
آ کے زور کا کش لگا
ہمارے گھر آ اے محبوب
اے محبوب ہمارے گھر بھی آ ------ ہمارے صحن میں بھی آ
ہمارے صحن میں انار کا درخت ہے
تو اس پر سے انار توڑنے کے لئے آ

ہمارے گھر کے صحن میں آ ۔ اے محبوب
اے محبوب ! ہمارے گھر بھی آ ۔۔۔۔ ہمارے صحن میں بھی آ
ہمارے صحن میں ٹھنڈا پانی ہوتا ہے
کبھی پانی پینے کے بہانے ہی آ جا
اے محبوب : ہمارے گھر بھی آ ۔۔۔ ہمارے صحن میں بھی آ
ہمارا کنواں کیکر کی اوٹ میں ہے
وہاں کبھی گھڑا اٹھوانے کے لئے آ جا
اے محبوب: ہمارے صحن میں بھی آ
اے محبوب : ہمارے گھر بھی آ ۔۔۔۔ ہمارے صحن میں بھی آ

## کھٹنے نوں ٹور بیٹھی آں

(یہ ایک مزاحیہ سا گیت ہے ۔لیکن در حقیقت مزاح کے پردے میں ایک ایسی عورت کی کہانی ہے جس کی اپنے خاوند سے نہیں بنتی اس لئے وہ گیت کے پردے میں طنزاً اپنے نکھٹو خاوند پر چوٹیں کرتی ہے اس گیت کے کئی بول ہیں لیکن یہاں صرف چار پر اکتفا کیا جاتا ہے

کھٹنے نوں ٹور بیٹھی آں ' کھٹ کے لیایا سوئیاں
ساورے نہ ونجنی سس نناناں روئیاں
کھٹنے نوں ٹور بیٹھی آں کھٹ کے لیایا چھریاں
ساورے نہ ونجنی سس نناناں بریاں
کھٹنے نوں ٹور بیٹھی آں کھٹ کے لیایا پاتر
ماؤ کولوں ڈرنی آں نئیں تاں کراں بگے نی خاطر
کھٹنے نوں ٹور بیٹھی آں کھٹ کے لیایا ہردل
ساورے نہ ونجنی بگے نی پینی بھرجل

" میں نے ( اس نکھٹو کو ) کمائی کرنے کو بھیجا اور یہ کما کر لایا ہے سوئیاں ۔ میں سسرال ہرگز نہ جاؤں گی کیونکہ ساس اور نندیں ڈائنین ہیں

میں نے اپنے گھر والے کو کام کاج کےلئے بھیجا اور یہ کما کر لایا ہے چھریاں ۔ سسرال میں تو کبھی نہ جاؤں گی کیونکہ ساس اور

نندیں بڑی بری ہیں

میں نے اپنے مردوے کو کمائی کے لئے بھیجا اور یہ مردوا کمائی کر کے ایک صحنک لایا۔ اگر اپنی ماں سے نہ ڈروں تو اس مردوے کی خوب تواضع کروں۔

میں نے اپنے نکمے خاوند کو روزگار کرنے بھیجا اور وہ کما کر کیا لایا ہے ہلدی۔ اپنے سسرال تو میں جانے کا نام بھی نہیں لیتی کیونکہ اس مردوے کی بلا گلے پڑتی ہے

## ہرنی بھاگے چرنی

ہرنی باگے چرنی ------- میں تینڈی ہرنی آں
دنیا کولوں ڈرنی ناہیں
اللہ رسول کولوں ڈرنی آں
میں تینڈی ہرنی آں
ہرنی باگے چرنی ------- میں تینڈی ہرنی آں
خیری آوے ماہی میںڈا
نت دعاواں کرنی آں
میں تینڈی ہرنی آں
ہرنی باگے چرنی ------- میں تینڈی ہرنی آں
تینڈی جدائی مار مکایا
ہر دم ہوکے بھرنی آں
میں تینڈی ہرنی آں
ہرنی باگے چرنی ------- میں تینڈی ہرنی آں
اگ دلے وچ بالی ماہی
میں پئی اس وچہ سڑنی آں
میں تینڈی ہرنی آں
ہرنی باگے چرنی ------- میں تینڈی ہرنی آں

"ہرنی باغ میں چر رہی ہے ----- تمہاری ہرنی تو میں ہوں
دنیا والوں سے میں ہرگز نہیں ڈرتی

لیکن خدا اور اس کے رسول سے ڈرتی ہوں
میں تمہاری ہرنی ہوں

ہرنی باغ میں چر رہی ہے-------میں تمہاری ہرنی ہوں
خدا کرے میرا محبوب بخیریت گھر آئے
ہر وقت یہی دعائیں مانگتی رہتی ہوں
میں تمہاری ہرنی ہوں

ہرنی باغ میں چر رہی ہے--------لیکن تمہاری ہرنی تو میں ہوں
تیری جدائی نے مجھے بے حال کر دیا ہے
اس لئے ہر وقت آہیں بھرتی رہتی ہوں
میں تمہاری ہرنی ہوں

ہرنی باغ میں چر رہی ہے------مگر تمہاری ہرنی تو میں ہوں
دلدار نے میرے دل میں آگ جلائی ہے
اس آگ میں میں متواتر جلتی ہوں
میں تمہاری ہرنی ہوں

ہرنی باغ میں چر رہی ہے------مگر تمہاری ہرنی تو میں ہوں